☆ ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کے لئے منظور شدہ

ماہنامہ **منہاج القرآن** لاہور

زیرِ سرپرستی : مفکرِ اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

جلد : ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۴۱۹ھ جولائی ۱۹۹۸ء شمارہ : ۷

اس شمارے میں

اداریہ		۴
تفسیر	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری	۶
حدیث	علامہ محمد معراج الاسلام	۹
یوم میلاد النبی ﷺ	مولانا ابو الکلام آزاد	۱۵
ظہور قدسی	محمد حبیب الرحمٰن خان	۱۸
قرآن حکیم اور نعت رسول ﷺ	محمد تاج الدین ہاشمی	۲۰
رسالت محمدی ﷺ	محمد اختر ضیاء	۲۷
صدق کی اہمیت	پروفیسر محمد رفیق	۲۹
استفتاء	مفتی عبد القیوم خان	۳۳
منفرد اپوزیشن لیڈر	اسد اللہ غالب	۳۹
تذکار میلاد النبی ﷺ اور انجیل برنباس	محمد الیاس اعظمی	۴۲
محبت رسول ﷺ کا زندہ معجزہ	مشتاق احمد نورانی	۴۹
عالمی شخصیات میں محمد ﷺ کا مقام	مائیکل ایچ ہارٹ	۵۲
PAI اور اخباری تبصرے	عبد البار قمر	۵۵
تحریکی سرگرمیاں		۵۷

مدیرِ اعلیٰ : علی اکبر قادری الازہری

معاون مدیر : محمد تاج الدین ہاشمی

مجلسِ ادارت

پروفیسر محمد رفیق ، الحاج محمد سلیم شیخ

میجر (ر) انور حسین علوی ، تنویر احمد صدیقی

پروفیسر محمد رفیق سیال ، ریاض حسین چوہدری

سمیع الظفر نوشاہی ، احمد نواز انجم

مفتی عبد اللطیف قادری ، محمد الیاس اعظمی

معاون ترسیل : اے ایف رحمان

معاون انتظامی : منظور الحسن بھٹی

تزئین وخطاطی : محمد اخلاق چشتی

سرورق : سلام شاد

کمپوزنگ : شاہد خان

ترسیل زر کا پتہ : ماہنامہ منہاج القرآن اکاؤنٹ نمبر ۶۰۰۰ - حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ ۔ لاہور

بدل اشتراک : قیمت ۱۰ روپے

پاکستان میں : پاکستان : زرسالانہ (عام ڈاک) ۱۰۰/- روپے ، (رجسٹری) ۲۰۰/- روپے

مشرق وسطیٰ جنوب مشرقی ایشیا یورپ درافریقہ ۱۵ امریکی ڈالر سالانہ

آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ : ۲۰ امریکی ڈالر سالانہ

▪ ناشر : محمد اشرف قادری ▪ طابع : میاں مظفر احمد

▪ مطبع : منہاج القرآن پرنٹرز ۳۶۵ - ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

▪ مقام اشاعت : ادارہ منہاج القرآن ۳۶۵ - ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

فون : ۳۱ - ۵۱۶۹۱۱۱ فیکس : ۵۱۶۸۱۸۴

حمد و نعت

مری شاخِ دعائے نیم شب کو باثمر کرنا
تو اس بستی کے ہر چہرے کو تصویرِ سحر کرنا

بدن کے برف زاروں میں حرارت بھیجنے والے
زمیں پر ساعتِ نامہرباں کو مختصر کرنا

چراغِ آگہی ہر ذہن میں روشن کیے تو نے
خلافِ عقل ہر سازش کو یارب! بے اثر کرنا

ہو بنیادِ فضیلت علم، تقویٰ اور دانائی
وقارِ آدمِ خاکی کو مشروطِ ہنر کرنا

جبلّت میں مری تو نے ہی یہ جوہر بھی رکھا ہے
اس آوازوں کے جنگل میں تمیزِ خیر و شر کرنا

مجھے رکھنا کسی فاقہ زدہ انسان کے دل میں
صدف کی گود میں ناچیز قطرے کو گہر کرنا

ادھورے جسم لے کر جی رہے ہیں تیری دنیا میں
تو اپنے فضل بے پایاں سے تکمیلِ بشر کرنا

بحقِ سرورِ کون و مکاں ﷺ اے داورِ محشر!
بوقتِ عدل میری ہر خطا سے درگزر کرنا

مدینے کے افق پر سرمدی کرنوں کے اے بادل!
کبھی اقبال ؒ کی اس سرزمیں تک بھی سفر کرنا

اٹھے گا جھوم کر ابرِ کرم رحمت کے ساگر سے
صبا تو صرف جا کر میرے آقا ﷺ کو خبر کرنا

بہت ویران ہے میری تمناؤں کی پھلواری
کبھی آباد میری آرزوؤں کا کھنڈر کرنا

ہجوم درد و غم ہے اور تنہا ذات ہے میری
مرے احوال پر بھی یارسول اللہ! نظر کرنا

تصوّر میں سنہری جالیاں ہیں آخر شب ہے
ریاضؔ! اپنے قلم کو پھر سپردِ چشمِ تر کرنا

ریاض حسین چودھری

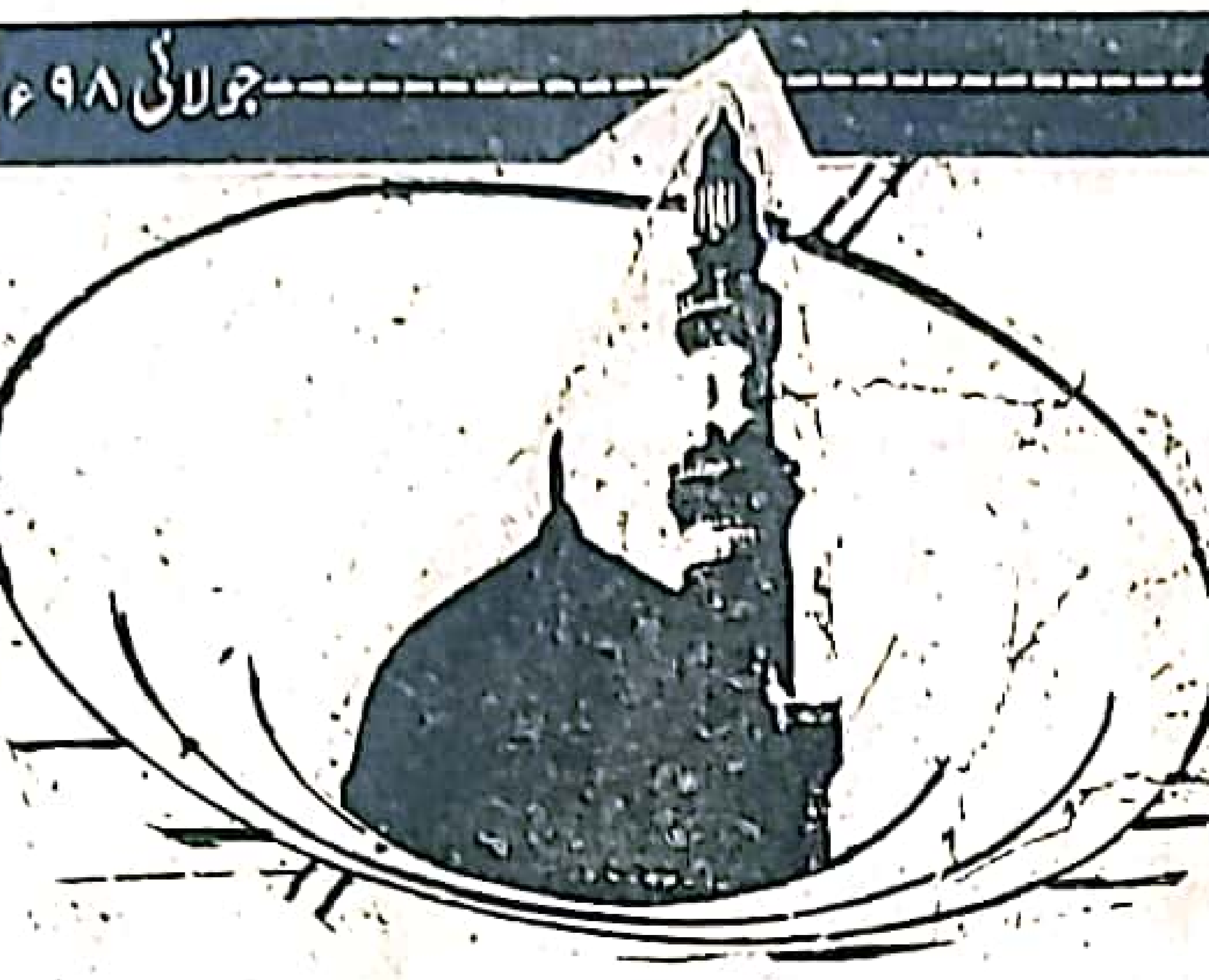

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تاجدار آگیا تاجدار آگیا

سرور دو جہاں
وجہ تخلیق کون و مکاں بس تیری ذات ہے
واہ کیا بات ہے
تجھ کو خالق نے تخلیق اسدم کیا
جبکہ رب کے سوا اور کچھ بھی نہ تھا
عرش و کرسی نہ تھے اور نہ لوح و قلم
یہ فلک چاند تارے زمیں آسماں
بہتے دریا نہ تھے اور سمندر نہ تھا
یہ شجر یہ حجر اور یہ صحرا نہ تھے یہ فضا بھی نہ تھی
اور یہ گنگھور کالی گھٹا بھی نہ تھی
جب خدا تھا خدا کی خدائی نہ تھی
جب خدا کو خدا کہنے والا نہ تھا
تب خدا نے یہ چاہا کہ کوئی تو ہو جو خدا کو خدا تو کہے
خالق و مالک و کبریا تو کہے
نور احمد کو تب اپنے ہی نور کے فیض سے
رب نے تخلیق فرما دیا
پھر ہر اک چیز پہلے جو معدوم تھی اس گھڑی
نور احمد سے پانے لگی زندگی
چار سو جگمگانے لگی زندگی
پھر بنی نوع انسان کی ارواح کو، عالم روح میں جب بسایا گیا
تب محمد کی عظمت کے واسطے
انبیاء و رسل کو بلایا گیا، نور احمد کا جلوہ دکھایا گیا
مجمع انبیاء میں یہ اعلان رب نے کیا
میرا محبوب ہے، میرا مقصود ہے، میرا مطلوب ہے
اے میرے انبیاء و رسل آج وعدہ کرو
اور آپس میں ایک دوسرے پر گواہ بن کے مجھ کو گواہ مان لو
کل جو تشریف لائیں میرے مصطفیٰ ﷺ
بن کے ختم رسل، وجہ تخلیق کل، اے میرے انبیاء و رسل
ان پر ایمان لاؤ گے تم، فرض انکی مدد کا نبھاؤ گے تم
اک وعدہ تھا یہ ایک پیمان تھا
ہاں یہ رب محمد ﷺ کا فرمان تھا جو نبھایا گیا
ایک اک کر کے سب انبیاء و رسل
لے کے پیغام حق جگ میں آتے رہے
مژدہ آمد سرور انبیاء، ہر زمانے میں آکر سناتے رہے
سرور انبیاء ﷺ جب لباس بشر میں تولد ہوئے
بے قراروں کے دل کو قرار آگیا
اور دھرتی کے رخ پر نکھار آگیا
پھول کھل اٹھے رشک بہار آگیا
تاجدار آگیا تاجدار آگیا

سید امداد علی شاہ روشن القادری

قارئین کو جشن عیدمیلاد النبی ﷺ مبارک ہو

یوم میلاد ۔۔۔۔۔۔۔ یوم انقلاب

ربیع الاول ۔۔۔۔۔ اسلامی سن ہجری کا مبارک مہینہ ۔۔۔۔ ہر سال اپنے دامن میں کیف و سرور اور محبت و مروت کے ان مٹ سمندر لیے جلوہ گر ہوتا ہے اور نگر نگر تذکار رسالتؐ کے تازہ جہاں آباد کر کے رخصت ہوجاتا ہے۔ جشن میلاد النبی ﷺ کی یہ دھوم ایک طرف محبوب کبریا تاجدار کائنات ﷺ کے ساتھ ہمارے تعلق محبت کا اظہار ہے اور دوسری طرف اس رشتہ غلامی کے ساتھ عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو نبھانے کا تجدید عہد بھی ہے۔ جشن میلاد النبی ﷺ پر اظہار مسرت سنت الٰہی بھی ہے اور حکم الٰہی بھی۔

تخلیق انسانیت سے بہت پہلے ۔۔۔۔۔۔ ارواح انبیاء کے مقدس اجتماع کا انعقاد جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلا جشن میلاد النبی ﷺ تھا وہاں ''میثاق النبیین'' میں کار فرما حکمتِ ربی، حضور ﷺ کے مشن کی تکمیل کے لیے تن من دھن لٹانے کی متقاضی بھی تھی۔

چنانچہ ازل سے ابد تک ۔۔۔۔ قافلہ انسانیت کی کامیابی کا انحصار وہی ایمان اور نصرت رسول ﷺ ٹھہرا جس کا عہد اللہ تعالیٰ نے اس تقریب سعید میں لیا تھا ۔۔۔۔۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو نبوت و رسالت کی نعمت اسی پہلی تقریب میلاد میں عطا ہوئی اور اس پختہ عہد کے بعد ہوئی جس میں رسالت محمدی ﷺ پر ایمان اور تصدیق شرط اول تھی۔ اس لیے ہمارا عقیدہ ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے انبیاء و رسل، دنیا کے جس کونے میں جس وقت بھی تشریف لائے، وہ نبوت و رسالت محمدی ﷺ کے فیض کا پرتو بن کر آئے اور قیامت تک جو بھی رضائے الٰہی کی منزل کو پائے گا وہ بھی اسی فیض نبوی ﷺ کا خوشہ چین ہوگا۔ حق تو یہ ہے کہ جس کو ملا، جب بھی ملا جو کچھ ملا وہ در مصطفیٰ ﷺ کی خیرات تھی۔

ربیع الاول شریف کا دامن اس لیے نعمت ہائے ربانی سے مالا مال ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے اس محبوب و مکرم رسول ﷺ کا ظہور ہوا جن کے طفیل دنیا کی سب نعمتوں کو وجود ملا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل ایمان ہر دور میں ان ایام کو زندگی کے قیمتی لمحات سمجھ کر ذکر رسول ﷺ میں گزارتے رہے ہیں۔ یوں تو مسلمان کا ہر سانس اور زندگی کا ہر لمحہ ذکر رسول ﷺ میں بسر ہونا چاہیے لیکن آپ کی ولادت کی گھڑیاں تو تاریخ بشریت کا وہ قیمتی سرمایہ ہیں جنہیں یادگار بنانے کی ہر کاوش تحدیث نعمت کے زمرے میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب و مقبول ٹھہرتی ہے۔

ہمارا دور جس اضطراب اور بے یقینی کی گرفت میں ہے اس کا علاج انسانی علم کی بلندیوں اور مادی وسائل کی فراوانی میں نہیں بلکہ اس نسخہ کیمیاء میں موجود ہے جو اللہ تعالیٰ نے آخری اور مکمل پیغام کے طور پر اپنے آخری رسول ﷺ کے قلب اطہر پر اتارا۔ ربیع الاول ۔۔۔ ہر سال ہمیں اسی پیغام کی عالمگیریت اور اسی نسخہ کیمیا کی اہمیت کی یاد بھی دلاتا ہے۔ یہی نسخہ ہماری کامیابی کامرانی اور ہمہ جہت عالمی کردار کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ وہ کردار جس کی صداقت کا ڈنکا ساری دنیا میں پورے ۱۴سو سال بجتا رہا۔

ہمیں میلاد النبی ﷺ کا جشن مناتے ہوئے یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ یوم میلاد النبی ﷺ دراصل یوم نجات بھی تھا۔ شرک سے نجات، جہالت سے نجات، ظلم سے نجات، غلامی کی زنجیروں سے نجات، شیطان اور طاغوت کے ہتھکنڈوں سے نجات اور جھوٹے خداؤں کی اذیت ناک خدائی سے نجات۔ یوم میلاد النبی ﷺ دراصل اس انقلاب کی صبح نو تھی جس نے انسانیت کے دامن سے درندگی کے بدنما دھبوں کو دھویا اور اسے رحمت و رافت کے صدا بہار پھولوں سے بھر دیا۔ اس انقلاب نے عرب کے صحرا نوردوں کو خضر راہ بنا دیا۔ اونٹ اور بھیڑ بکریوں کے چرواہوں کو قیامت تک قافلہ علم و حکمت کی پیشوائی کا منصب عطا کیا۔ یہی انقلاب تھا----- جس نے نوع انسانی کو حقیقی آبرو بخشی۔ جانوروں سے بدتر زندگی بسر کرنے والے غلاموں کو وہ جرات اور حوصلہ دیا کہ وہ اپنے آقاؤں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہر جائز بات کرنے اور ان کے دست جفاکیش کو توڑ کر اپنا حق لینے کے قابل ہوگئے۔ حضور ﷺ کی قیادت نے تمیز بندہ و آقا کا فرق مٹا کر فساد آدمیت کی ہر مرض کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ اسی انقلابی قیادت نے بلال رضی اللہ عنہ دیاسر رضی اللہ عنہ جیسے حبشی غلاموں کو قریشی سرداروں کا آقا بنا دیا اور ان کے ہاتھوں میں عظمت اسلام کا پرچم تھما کر کعبہ کی چھت پر کھڑا کر کے تمام نسلی تفاخر اور نسبی بڑھائی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دفن کر دیا۔ اس لیے پیغمبر انقلاب ﷺ کے یوم ولادت کو جشن میلاد کے ساتھ ساتھ جشن انقلاب کے طور پر بھی منایا جانا چاہیے۔ ہمارے آقا ﷺ وہ محسن انسانیت ہیں جنھوں نے پہلی بار انسانی حقوق کا عالمی چارٹر پیش کیا اور صرف پیش ہی نہیں کیا بلکہ اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا۔

امت مسلمہ کے افراد حکمران اور ادارے ------ آج جن مقتدر افراد اور اداروں سے اپنے بنیادی حقوق کی بھیک مانگتے پھرتے ہیں وہ خود انسانی حقوق کے بڑے دشمن ہیں۔ ان کی جملہ کاوشوں کا مدعا امن عالم کی خواہش نہیں بلکہ فساد انگیزی اور فتنہ پروری ہے۔ اہل پاکستان --- اس مرتبہ جشن میلاد مناتے ہوئے اس عزم کا مظاہرہ کریں کہ یہ وطن حضور ﷺ کے سرفروشوں، جاں نثاروں اور غلاموں کا مسکن ہے۔ یہ زمین مصطفوی انقلاب کے ایمان پرور جذبوں کی امین ہے۔ اس کی اساس میں بھی ریاست مدینہ کے اساسی مقاصد ہیں۔ حضور ﷺ نے جس طرح بت پرستی کے خلاف اعلان جہاد فرمایا اور مسلسل جنگوں کے بعد کعبہ کو بتوں سے صاف کر کے چار سو اسلام کا جھنڈا لہرا دیا آج ہمیں بھی ایک طرف بت پرست پڑوسی ملک کے جارحانہ عزائم کو کچلنا ہے اور دوسری طرف مدینہ کے یہود و نصاریٰ کی طرح امریکہ یورپ اور اسرائیل کی منافقانہ روش کا مقابلہ کرنا ہے۔ اس جشن کے موقع پر مواخات مدینہ کا تقاضا ہے کہ ہم خود انحصاری کی منزل کو جلد پانے کے لیے ایثار و قربانی، دیانتداری اور باہمی پیار و محبت سے آگے بڑھیں۔ منہاج القرآن اسی قافلہ محبت و انقلاب کا نام ہے۔ ہر سال مینار پاکستان کے سبزہ زار اسی محبت ایثار اور انقلاب کی ایمان افروز یاد تازہ کرتے ہیں --- اللہ تعالیٰ ہمیں جشن میلاد النبی ﷺ کے حقیقی تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

علی اکبر قادری الازہری

Scanned with CamScanner

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

تفسیر منہاج القرآن

سورۃ الفتح آیت ۲

مرتبہ : درس قرآن پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ارشادِ باری تعالیٰ ہے ۔لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (الفتح ، ٤٨ : ٢)-''اے محبوب تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری خاطر بخش دے ان کو جو آپ کے تابع ہوگئے خواہ آپ سے پہلے گزر گئے یا بعد میں آئیں گے''۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تخلیق انسانی کے بعد اسے اچھائی اور برائی دونوں کے راستے دکھا دیئے اور ساتھ ہی یہ بھی بتادیا کہ اگر تم میں سے کوئی اچھا کام کرے گا تو اسے جنت کی بہاریں عطا کی جائیں گی اور اگر کوئی سرکشی اور بغاوت کی زندگی اپنائے گا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ نیز انسان کو اس کا مقصود زندگی انسان مرتضیٰ بننا بھی واضح فرمایا۔ اس مقصد کے لیے ضروری تھا کہ انسان کے لیے قابل عمل نمونہ بھی ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر بعثت انبیاء ورسل کے سلسلے کا آغاز کیا جس کی آخری کڑی حضور اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ آپ ﷺ وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کی خلعت فاخرہ زیب تن فرماکر اس کائنات ارضی میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی رحمتیں اور شفقتیں اس امت پر لامتناہی ہیں۔ آپ ﷺ کی شان رحمت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی گنہگار بخشش کا پروانہ حاصل کرنا چاہے تو قرآن کریم کے مطابق اسے در مصطفیٰ ﷺ پر آکر اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا ہوگا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا-''اور (اے حبیب) اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ پر (آپ کی نافرمانی کرکے) ظلم کیا تھا آپ کے پاس (نادم ہوکر) آتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (یعنی آپ بھی) ان کے لیے معافی طلب فرماتے تو (یہ لوگ) اللہ کو بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے''۔(النساء ، ۴ :۶۴)۔

سورہ فتح کی مذکورہ آیت میں قرآن کریم دوٹوک انداز میں اس حقیقت پر روشنی ڈالتا ہے کہ امت مسلمہ کی بخشش و مغفرت نسبت رسول ﷺ پر منحصر ہے۔ بالفاظ دیگر بخشش و مغفرت کا مرکز و محور حضور ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ اس نسبت کے بغیر اسلام کے اندر بخشش و مغفرت کا کوئی تصور نہیں۔

لفظ ذَنْبٌ کی نسبت امّت کی طرف : لفظ ذنب مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن عام طور پر اس کا معنی ''گناہ'' کیا جاتا اگر اس کا معنی گناہ مراد لیا جائے تو یہ عِصمتِ رسالت کے منافی ہے کیونکہ انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں لہٰذا جن آئمہ تفسیر نے ذَنْبٌ کا یہ معنی مراد لیا ہے۔ انہوں نے اس بات کی صریح کی ہے کہ ذنب سے ''ذنوب امت'' مراد ہیں۔ امام المفسّرین امام فخر الدین رازیؒ اس آیت کے تحت گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ لم يكن للنبي ذنب فماذا يغفر له ؟(تفسیر الکبیر ، ٢٨ : ٧٨)-''جب حضور اقدس ﷺ کی

ذات اطہر گناہ سے پاک ہے تو بخشش کس بات کی؟"۔ امام موصوف خود ہی جواب دیتے ہیں کہ اس سے مراد مومنین یعنی آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں۔ المراد ذنب المؤمنين۔

معروف شیعہ مفسر علامہ محمد حسین الطباطبائی، صاحب تفسیر المیزان اس آیت کے تحت گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرا موقف اس آیت کریمہ کے معنی میں وہی ہے جس کو صاحب تفسیر قمی نے حضرت عمر بن یزید بیاع السابری کے حوالے سے بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عمر بن یزید نے حضرت ابو عبد اللہ سے جب اس آیت کریمہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

قال ما کان له ذنب ولاهم بذنب ولکن الله حمله ذنوب شیعه ثم غفرلها (المیزان، ۱۸: ۲۷۰)۔ "حضور ﷺ کی ذات اقدس کے لیے نہ گناہ اور نہ ہی احتمال گناہ کا امکان ہے۔ بس اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے گناہوں کو آپ کی ذات پر محمول فرما کر بخش دیا"۔ صاحب مجمع البیان فرماتے ہیں: ان المراد لیغفرلك الله ماتقدم من ذنب امتك وما تاخر بشفاعتك۔ (مجمع البیان، ۵: ۱۱۰)۔ "اس آیت کریمہ سے مراد یہ ہے کہ اے محبوب اللہ تعالیٰ آپ کی امت کے اگلے پچھلے تمام گناہ آپ کی شفاعت کے ذریعے معاف فرمادے گا"۔ اس کے بعد فرماتے ہیں وحسنت اضافه ذنوب امه الیه لاتصال بینه وبین امة۔ "ذنوب امت" کی اضافت حضور ﷺ کی طرف کرنا کتنا حسین ہے اور اسکی وجہ امت اور رسول ﷺ کے درمیان گہرا تعلق اور واسطہ ہے لہٰذا جن آئمہ تفسیر نے لفظ "ذنب" کو اس آیہ کریمہ کے تحت "گناہ" کے معنی میں لیا انہوں نے بلاواسطہ حضور اکرم ﷺ کی طرف نسبت قطعاً نہیں کی بلکہ اس سے مراد ذنوب امت ہیں۔

لفظ ذنب کا دوسرا معنی :- "ذنب" کا دوسرا معنی ہے "تابع ہونا" اس کی توثیق کے لیے چند آئمہ لغت کی تصریحات مندرجہ ذیل ہیں۔ صاحب منجد لکھتے ہیں: ذنب-یذنب ذنبا (ن) ای تبعه فلم یفارق اثره۔ "باب نصر ینصر سے "ذنب" کا معنی ہے پیچھے لگنے والے لہٰذا ان (پیچھے لگنے والوں) کو جدا نہیں کیا گیا"۔ صاحب "معجم الوسیط" بھی یہی معنی لکھتے ہیں۔ اور صاحب محیط المحیط فرماتے ہیں الذانب والذنابه التابع واذناب الناس اتباعهم" اور لغت عرب کی مستند کتاب "لسان العرب" میں علامہ ابن منظور نے بھی ذنب کا ایک معنی "تابع" نقل کیا ہے۔

مذکورہ بالا معنی کی روشنی میں آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہوگا "اے محبوب تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری خاطر بخش دے ان کو جو آپ کے تابع ہوگئے خواہ آپ سے پہلے گزر گئے یا آپ کے بعد آئیں گے"۔

لطیف نکتہ :- یہاں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لیغفرلك الله "تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی خاطر بخش دے"۔ یہ بیان کرکے اس حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ اے محبوب جس کی بخشش ہوگی آپ کی خاطر ہوگی جس کو بھی شفاعت کا مژدہ جانفزا سنایا جائے گا آپ کے ساتھ تعلق عشقی ہونے کی وجہ ہی سے سنایا جائے گا۔

ایک شبہ کا ازالہ :- "ذنبك" لفظ کے دو معانی بیان ہوجانے کے بعد ایک شبہ کا ازالہ کرنا ضروری ہے کہ بعض کم فہم، ادب رسالت اور عصمت محمدی علی صاحبها الصلوۃ والسلام سے ناواقف لوگ "ذنب" سے مراد فقط "گناہ" لیتے ہیں اور معاذ اللہ حضور ﷺ کے لیے گناہ ثابت کرتے ہیں ان دریدہ دہن لوگوں کو کچھ خیال

کرنا چاہیے کیونکہ یہاں "ذنب" سے مراد آپ کا گناہ ہرگز نہیں ہے بالفرض ایک لمحہ کے لیے اس کو تسلیم کر لیا جائے تو گناہ کا وجود نہیں بنتا کیونکہ گناہ سے توبہ کی صورت میں گناہ پہلے ہوتا ہے اور مغفرت اسکے بعد ہوا کرتی ہے اور اس مغفرت کی وجہ سے گناہ کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له "گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہے گویا اس کا گناہ تھا ہی نہیں"۔ گناہ سے توبہ کرنے والے کا گناہ ہوتا ہے مگر توبہ کی وجہ سے مغفرت کے بعد گناہ مٹ جاتا ہے۔ لیکن حضور علیہ السلام کی توبہ کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کے گناہ کے وجود سے پہلے ہی مغفرت عطا فرما دیتا ہے مطلب یہ ہے کہ ابھی گناہ ہوتا ہی نہیں کہ مغفرت پہلے عطا کر دی جاتی ہے اور مغفرت آجائے تو گناہ کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے۔ تو جب گناہ کے وجود سے بھی پہلے حضور علیہ السلام کو مغفرت عطا فرما دی گئی تو وہاں گناہ کا گذر کیسے ہو گا؟

گویا اس آیت مبارکہ میں اللہ جل مجدہ نے اپنے محبوب حضور علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ پیارے محبوب تیری توبہ ایسی ہے کہ گناہ کا وجود تیری مطہر زندگی کے قریب ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے کہ تجھے تو پہلے ہی سے مغفرت کی خیرات عطا فرما دی گئی ہے۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى سے آپ سرفراز ہیں اور وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى کے ذریعے آپ کے لیے عروج ہی عروج ہے۔ تو جو توبہ و استغفار کے ذریعے قرب خداوندی میں پہنچ کر آغوش رحمت خداوندی میں آرام فرما ہو اسکے لیے یہ فرمانا کہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دے گا، حقیقت پہ محمول نہیں ہو سکتا کیونکہ وَمَا تَاَخَّرَ اس بات کی گواہی ہے کہ جو ذات بعد میں سرزد ہونے والے گناہوں کی معافی کا اعلان پہلے فرما سکتی ہے اور صاف ظاہر ہے کہ وجود معافی عدم گناہ پر دلالت کرتی ہے۔ وہی ذات مطہر زندگی کے اوائل دور کو معصوم کر سکتی ہے اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ اور اللہ کریم نے "ولعمرك" کے ذریعے اپنے محبوب کی زندگی کے ہر لمحے کی قسم کھا رہا ہے۔ قسم کبھی گناہ آلود زندگی پر نہیں کھائی جا سکتی بلکہ جو لمحات اللہ کو پسند ہیں وہ ان کی قسمیں کھاتا ہے اور چونکہ اس نے ہر لمحے کی قسم کھائی ہے اس لیے اسے ساری حیات مقدسہ محبوب ہے۔ اللہ ہمیشہ نیکی کو محبوب رکھتا ہے اور گناہ سے نفرت کرتا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ آیت مطہرہ میں "گناہ" کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف کرنا درست نہیں۔

ذنب کا تیسرا معنی:۔ امام راغب اصفہانی "ذنب" کا معنیٰ "پیچھے لگنا" بیان فرماتے ہیں اور چونکہ دم پیچھے لگی ہوتی ہے اس لیے اس کو بھی ذنب کہتے ہیں اور ذنوب ایسے اتہامات کو بھی کہا جا سکتا ہے جو یونہی کسی کے پیچھے چپکا دیئے جاتے ہیں۔ جس طرح القفوۃ دم کو بھی کہتے ہیں لیکن اس کے معنی تہمت کے بھی ہیں۔ چنانچہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ کا معنی یہ ہو گا کہ "یہ فتح عظیم اس لیے دی جا رہی ہے کہ ان تمام اتہامات سے تمہاری حفاظت ہو جائے جو تمہارے مخالفین تم پر لگاتے رہے ہیں یا آئندہ لگانا چاہیں"۔

بخشش کا دارومدار اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر:۔ مذکورہ بالا گفتگو سے یہ ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی چاہتا ہے کہ میں بخشا جاؤں تو وہ حضور علیہ السلام کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لے اور آقائے دو جہاں علیہ السلام کی والیل زلفوں اور والضحیٰ چہرے کا اسیر ہو جائے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

خیرات دیتا ہے خدا ہر وقت تیرے نام کی جس کو ملا، جو کچھ ملا، جتنا ملا صدقہ تیرا

(جاری ہے)

الحدیث

مدینہ کی طرف رواں جلوس نبوی کا سماں

شیخ الحدیث محمد معراج الاسلام

حضرت انس رضی اللہ عنہ روای ہیں :

لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ نزل فی علو المدینۃ فی حی یقال لھم بنو عمر و بن عوف فاقام فیھم اربع عشر لیلۃ ثم ارسل الی ملأ بنی النجار قال فجاء وا متقلدین السیوف قال وکانی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی راحلتہ وابوبکر ردفہ وملاء بنی النجار حولہ حتی القی بفناء ابی ایوب -(صحیح البخاری- ۵۵۹- ۵۶۰)-

”جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ کی بالائی بستی میں قبیلہ بنوعمرو بن عوف کے ہاں رہائش پذیر ہوئے اور یہاں چودہ دن قیام فرمایا۔ پھر بنی النجار کو پیغام بھیجا تو وہ تلواروں سے آراستہ ہوکر آگئے۔ گویا میں اب بھی یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنی سواری پر ہیں ابوبکر آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں اور بنی النجار کے لوگ جلوس کی شکل میں آپ کے گرد و پیش ہیں یہاں تک کہ ابوایوب کے ہاں قیام فرمایا۔“

حدیث کا پس منظر :- طیبہ، مدینہ منورہ کا لقب ہے، حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اس کا نام یثرب تھا یثرب ملامت کرنے کو کہتے ہیں، چونکہ یہاں کی آب و ہوا بہت خراب و بازدہ اور ناخوشگوار تھی اور اس کی ناموافق فضا میں اکثر لوگ بیمار رہتے تھے، اس لیے اگر کوئی شخص کسی خطہ سے ترک سکونت کر کے یہاں آجاتا تو لوگ اسے ملامت کرتے تھے اور اس کے اس اقدام کو بیوقوفی پر محمول کرتے اور اسے برا بھلا کہتے تھے کہ اپنا خوشگوار و سازگار وطن چھوڑ کے یہاں کیوں آگیا ہے۔ مگر نبی رحمت ﷺ کی آمد سے اس خطے کی قسمت و تاثیر ہی بدل گئی، نہ صرف اس کی بیماریوں کا خاتمہ ہوگیا، بلکہ یہاں کی خاک اور پانی کو شفائی اثرات بھی حاصل ہوگئے۔

نہ جب تک تو نے اے یثرب کف سرکار چومے تھے
تیرے ذروں میں تابش تھی نہ تیرے بام و در روشن

اس وقت مدینہ منورہ کی بستی نو محلوں پر مشتمل تھی، ہر محلہ ایک بڑے دیہات سے کم نہیں تھا کیونکہ اس کے اندر ہی مکانات، کھیت، کھجوروں کے درخت اور کنویں وغیرہ تھے، اور ان میں بڑے بڑے خاندان آباد

تھے، مختلف جزائر و دیار سے وجود میں آنے والے کسی ریاست کی طرح مدینہ بھی انہی متحدہ دیہاتوں کا نام تھا، جن میں سے ہر دیہات کو "دار" کہتے تھے، اس وقت مشہور ترین "دار" محلے، یا دیہات یہ تھے۔

داربنو سالم بن عوف، ان کے سربراہ عتبان بن مالک اور عباس بن عبادہ تھے۔ داربنو ساعدہ، اس کے سربراہ سعد بن عبادہ تھے۔ دارنبوالحارث بن خزرج، اس کے بزرگ عبداللہ بن رواحہ اور سعد بن ربیع تھے۔ دارعدی بن النجار، اس کے بزرگ سلیط بن قیس تھے۔ اس آخری محلے کے لوگ وہ خوش قسمت حضرات تھے، جنہیں حضور ﷺ کے ساتھ نسبی تعلق بھی تھا، اور یہ رشتے میں آپ کے ماموں لگتے تھے، اس لیے قدرتی طور پر ان حضرات کو حضور کی آمد کی سب سے زیادہ خوشی تھی۔

جب قباء کی بستی میں قیام کے دس بیس دن گزر گئے تو آپ نے اسی نسبت اور رشتے کی وجہ سے جمعہ کے دن خصوصی طور پر بنوالنجار کو پیغام بھیجا کہ یہاں آکر ہمیں لے جائیں۔ یہ خبر بوئے گل کی طرح چمن سے نکل گئی اور سارے مدینہ میں پھیل گئی، اہل مدینہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی، آنے والے حسین لمحات کے جانفزا تصور نے ان کے رگ و ریشہ میں بجلیاں بھر دیں، مسرتوں کے دلکش ہالے چہروں پہ سجادیئے، وہ اپنے محبوب کو لانے کے لیے دن چڑھنے سے پہلے ہی تیار ہوگئے اور اپنے دور اور سادہ ماحول کے مطابق عقیدت و محبت اور شان و شوکت کا اظہار کرنے کے لیے جسموں پہ تلواریں آراستہ کرلیں۔ ترکش کاندھوں پہ ڈال لیے، کمانیں ہاتھوں میں پکڑلیں، اور پرے باندھ کر بڑے جوش و خروش کے ساتھ بستی قباء کی طرف روانہ ہوگئے تاکہ نبی پاک کو جلوس کی شکل میں دھوم دھام کے ساتھ لاسکیں۔ ارسل الي ملأبني النجار فجآء امتقلدين بسيوفهم — "بنو نجار کو پیغام بھیجا تو وہ تلواریں حمائل کرکے آگئے"۔

جب قبیلہ بنو نجار اور دوسرے قبائل کے ہتھیار بند دستے قباء میں پہنچے تو ہر طرف چل پہل ہوگئی، ان کی آمد سے رونق میں بے پناہ اضافہ ہوگیا، سورج طلوع ہونے کے کچھ دیر بعد ہی جلوس کی تیاری مکمل ہوگئی، حضور نبی کریم ﷺ اپنی ناقہ مبارک قصواء پر سوار ہوگئے، اپنے پیچھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بٹھالیا، اس شان سے مسرت کے نعروں، چمکتے چہروں اور حمد و ستائش کے ترانوں کے جلو میں جلوس نبوی سوئے طیبہ روانہ ہوا۔ فركب نبي الله صلي الله عليه وسلم و ابوبكر وحفوا دونهما بالسلاح — "پس نبی پاک ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سوار ہوئے اور جلوس کے مسلح شرکاء نے ان کو گھیر لیا"۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس منظر کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں:

كاني انظر الي رسول الله صلي الله عليه وسلم علي راحلتهوابوبكر ردفه وملأبني النجار حوله — "گویا میں حضور ﷺ کو اپنی ناقہ پر دیکھ رہا ہوں، صدیق اکبر آپ کے پیچھے ہیں اور بنو نجار کا گروہ آپ کے گرد و پیش ہے۔ لما كان يوم الجمعة ارتفاع النهار، دعا راحلته وحشر المسلمون وتلبسو بالسلاح، وركب رسول الله صلي الله عليه وسلم ناقته القصواء والناس معه عن يمينه و شماله — "جب جمعہ کا دن آیا،

اور دن چڑھا تو آپ ﷺ نے سواری منگوائی، مسلمان بھی جمع ہوگئے اور انہوں نے ہتھیار باندھ لیے، نبی پاک ﷺ اپنی ناقہ قصواء پر سوار ہوئے، اور لوگ آپ کے ساتھ ساتھ دائیں بائیں چلنے لگے"۔

اس بے مثل اور قدسی جلوس میں شرکاء کا حیرت انگیز جوش و خروش، پرخلوص جذبۂ وارفتگی اور عشق جنوں خیز کی بے قراری کا سماں دیدنی تھا۔ کوثر و سلسبیل کے معطر پانیوں میں ڈھلی ہوئی عقیدت و محبت، انمول اور پاکیزہ چاہت ایک نئے، انوکھے اور دل افروز روپ میں جلوہ گر تھی، ہر عاشق یہی کوشش کر رہا تھا کہ آگے بڑھے اور ناقہ کی مہار تھامنے کی سعادت حاصل کرے۔ مشوا حول ناقته لایزال احدهم ینازع صاحبه زمام الناقه شحا علي كرامة رسول الله صلي الله عليه وسلم وتعظيما له۔ "وہ ناقہ کے ارد گرد رواں دواں تھے، حضور ﷺ کے ساتھ محبت اور تعظیم کی وجہ سے، مہار تھامنے کی خاطر ایک دوسرے سے جھگڑ رہے تھے۔

اس طرح دھیرے دھیرے یہ نورانی جلوس محلہ سالم میں پہنچ گیا، اس وقت تک جمعۃ المبارک کا وقت ہو چکا تھا، وہ لوگ سراپا نیاز بن کر کھڑے ہوگئے، اور عرض گزار ہوئے کہ مدینہ منورہ کے اندر جمعہ کی پہلی نماز ادا کرنے کی عزت ان کے محلے کو بخشی جائے، آقا ﷺ نے ان کی یہ عرض داشت منظور فرمائی، اور مدینہ طیبہ کے اندر پہلی نماز جمعہ اس پہلے محلے میں ادا کی۔ ادركت رسول الله صلي الله عليه وسلم الجمعة في بني سالم بن عوف فصلاها في المسجد الذي، في بطن الوادي وادي رانوناء فكان اول جمعة صلاها بالمدينة۔ "محلہ بنی سالم بن عوف میں جمعہ کے وقت نے آلیا۔ پس آپ نے وادی رانوناء میں نماز ادا فرمائی۔ یہ مدینہ میں جمعہ کی پہلی نماز تھی"۔

نماز کے بعد پھر جلوس آگے بڑھا، مدینہ طیبہ کی ساری آبادی جلوس کے نورانی و قدسی مناظر دیکھنے کے لیے ٹوٹ پڑی، ان کی خوشی کے سارے بندھن ٹوٹ گئے، مسرت نے انہیں دیوانہ بنا دیا، محبوب حجازی کی دید اور ناقہ کے گرد پروانوں کی طرح منڈلاتے اور نعروں کی صورت میں اپنے جذبات محبت کا اظہار کرنے کے سوا انہیں کسی چیز کا ہوش نہ رہا، صرف مردوں اور جوانوں ہی کی یہ حالت نہ تھی بلکہ بچیوں اور عورتوں کی زبان پر بھی یہی نعرہ اور ترانہ تھا۔ جاءَ نبی اللہ۔ جاء نبی اللہ۔ اللہ کے نبی آگئے، اللہ کے نبی آگئے۔

خرج الناس حين قدمنا المدينة في الطرق وعلي البيوت والغلمان والخدم يقولون: الله اكبر جآء رسول الله، الله اكبر جآء رسول الله۔ جب ہم حضور ﷺ کے جلوس کے ہمراہ مدینہ طیبہ پہنچے تو لوگ بازاروں اور گھروں کی چھتوں پر نکل آئے، خدام غلام سب چلانے لگے۔ اللہ اکبر، رسول کریم آگئے، اللہ اکبر، رسول کریم آگئے۔ اشرفوا ينظرون اليه ويقولون جاء نبي الله جاء نبي الله۔ لوگ جھانک جھانک کر حضور ﷺ کو دیکھتے اور کہتے تھے، نبی اللہ آگئے، نبی اللہ آگئے"۔ مدینہ طیبہ کی ننھی منھی بچیوں کا یہ ہلکا پھلکا سادہ آسان اور مقبول ترانہ جو انہوں نے اس وقت حضور ﷺ کا استقبال کرتے ہوئے، دف بجا بجا کر پڑھا تھا آج بھی مشہور و معروف ہے، اور حصول برکت کے لیے اب بھی کثرت سے پڑھا جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

"وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں کے چاند نے طلوع کیا ہے۔ اللہ کے داعی نے ہمیں جو دعوت دی ہے، اس پر شکر ادا کرنا واجب ہے"۔ انوار و تجلیات، رحمتوں اور برکتوں کی برستی گھٹاؤں میں، مسرت بھرے نغمے اور حقیقی خوشیوں کے مہکتے پھول بکھیرتا یہ قدسیت بداماں اور رحمت بکنار کارواں آگے بڑھتا رہا، ایمان والے جھروکوں، کھڑکیوں اور چھتوں سے محبوب نبی کا دیدار کرتے، اور فدا ہوتے رہے اس وقت ہر ایک کے ذہن پر ایک ہی دھن سوار تھی کہ آگے بڑھ کر آنے والے عظیم رسول ﷺ کے حسن جہاں آراء کی ایک جھلک دیکھ لے، اور ان کی حسین صورت ہمیشہ کے لیے اپنے دل کے نہاں خانے میں بسالے، اس جلوس میں آگے بڑھنے، دیدار کرنے، قربان و نثار ہونے اور استقبالی نعرے لگانے کے سوا انہیں کوئی کام نہیں تھا، سب کچھ بھول چکے تھے، ہر ہر چیز سے بے نیاز ہوکر ایک ہی کے ہوکر رہ گئے تھے۔

جن حضرات کے محلے یا "دار" جلوس کی گزرگاہ میں آتے تھے، ان کے عشق وجنون اور وارفتگی و بے قراری کا عالم ہی کچھ اور ہوتا تھا، ان کی ساری تمنائیں اور چاہتیں اسی نقطہ پر آکر مرکوز ہوجاتی تھیں کہ کسی طرح محبوب حجازی کو اپنے دار میں قیام فرمانے پر راضی کرلیں، اور حضور ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل کریں۔ جب بنو سالم بن عوف کا محلہ آیا، تو وہ ادب سے راستہ روک کر کھڑے ہوگئے اور عرض کی: ھلم الی القوۃ والمنعۃ والثروۃ — یارسول اللہ! یہیں قیام فرمایئے! سکونت کے لیے ہمارے پاس کافی جگہ ہے، قوت بازو بھی رکھتے ہیں، اور دشمنوں سے دفاع کے حوصلے بھی! حضور ہر طرح آرام پہنچانے کی کوشش کریں گے، سکونت و قیام کی یہ عزت ہمیں عطا فرمائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انھا مامورۃ فخلوا سبیلھا — "ناقہ کا راستہ چھوڑ دو، وہ اللہ کی طرف سے مامور ہے، وہیں بیٹھے گی جہاں اسے حکم ہوگا، اس واسطے تمہیں قیام کے لیے درخواست اور اصرار کرنے کی ضرورت نہیں"۔ جب یہ نورانی سواری محلہ بنو بیاضہ کے پاس پہنچی تو انہوں نے بھی بڑے ادب و احترام کے ساتھ یہی درخواست دہرائی اور مقیم ہونے کی فرمائش کی مگر انہیں بھی وہی جواب ملا۔ اس کے بعد محلہ بنو ساعدہ اور پھر محلہ بنو الحارث بن خزرج سے گزرتا ہوا یہ جلوس محلہ عدی بن النجار میں پہنچ گیا۔ راستے میں ہر محلے کے سربرآوردہ لوگوں نے بہتیری کوشش کی حضور ﷺ ان کے ہاں رک جائیں، مگر آپ ﷺ نے سب سے یہی فرمایا، کہ اس کا فیصلہ ناقہ پر موقوف ہے، جہاں اسے حکم ہوگا، وہیں بیٹھ جائے گی اور ہم وہیں قیام کریں گے۔

لوگوں کے دل دھڑک رہے تھے، آنکھیں اونٹنی پر لگی ہوئی تھیں اور ہر چیز سے بے نیاز ہوکر اسی کا طواف کر رہی تھیں کہ دیکھیں آج یہ منتخب روزگار اور مامور اونٹنی کس کے دروازے کے آگے بیٹھتی ہے۔ اور کسے حضور محبوب کریم ﷺ کا میزبان بننے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ جب بھی کسی محلہ سے اونٹنی گزرتی تو اسکے رہنے والوں کی حالت عجیب ہوجاتی، یہی حسرت دل کا منتہائے مقصود بن جاتی کہ یہ خوبصورت اونٹنی یہیں بیٹھ جائے، اور مسرت سے بے قابو ہوکر حضور ﷺ کے قدم چوم لیں، اور اپنی خوش بختی پہ ناز کریں کہ محبوب

دو جہاں کو مہمان بنانے کی عزت پائی ہے۔ ازل ہی سے یہ لازوال عزت، قبیلہ بنو النجار کے لیے مقدر تھی، جونہی اونٹنی مالک بن النجار کی حویلی کے قریب پہنچی تو لوگوں کے دل تیزی سے دھڑکنے لگے، انہوں نے وہ منظر دیکھا جس کی وہ قدم قدم پر آرزو کرتے آرہے تھے اور اسی چیز کا حصول ان کی آخری حسرت بن گیا تھا، یعنی ناقہ یہاں آکر رک گئی، محلہ بنو النجار کے مکینوں کی خوشی اور دلی مسرت کی انتہاء نہ رہی، وہ اس عظیم ترین عطا اور سب سے بڑی نعمت پر خوشی سے بے قابو ہوگئے اور جلدی جلدی آگے بڑھے تاکہ حضور ﷺ کو ناقہ سے اتاریں اور اپنے گھر لے جائیں، مگر ایک لمحہ کے لیے ان کے دل حلق میں آگئے، خون رگوں میں منجمد ہوگیا، اور آنکھیں پتھرا گئیں، اونٹنی پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور اس نے آگے بڑھنا شروع کر دیا، ان کی آرزوؤں پر پانی پھر گیا، حسرتیں تشنہ تکمیل رہ گئیں، ویران اور اداس نگاہوں سے اونٹنی کو دیکھنے لگ گئے، جیسے کسی کا سب کچھ لٹ گیا ہو۔ چند قدم آگے بڑھ کر اونٹنی پھر رک گئی، کچھ توقف کیا، پھر واپس مڑی، اور اسی جگہ آکر بیٹھ گئی، جہاں پہلی مرتبہ آکر بیٹھی تھی۔

لما برکت الناقة برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم ینزل عنھا حتیٰ وثبت فسارت غیر بعید ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واضع لھا زمامھا لا یثنیھا بہ ثم التفتت خلفھا فرجعت الی مبرکھا اول مرة فبرکت فیہ۔ "جب اونٹنی بیٹھ گئی تو حضور ﷺ اس سے نہ اترے، یہاں تک کہ وہ دوبارہ اٹھ کر تھوڑی دور گئی، آپ نے اس کی مہار ڈھیلی چھوڑی ہوئی تھی، اسے کسی طرف نہیں موڑ رہے تھے، اونٹنی نے پھر پیچھے کی طرف دیکھا، واپس مڑی اور اسی جگہ آکر بیٹھ گئی جہاں پہلی مرتبہ بیٹھی تھی"۔ برکت علی باب مسجدہ علیہ السلام الیوم۔ "یہ اونٹنی اس جگہ آکر بیٹھی جہاں آج کل مسجد نبوی کا دروازہ ہے"۔ اونٹنی کے دوبارہ اٹھنے سے بنو النجار کے مکینوں کی جان ہی نکل گئی تھی، آنکھوں میں ویرانے اور اداسیوں نے ڈیرے جما لیے تھے، دل ناتمام اور تشنہ حسرتوں کی آماجگاہ بن گئے تھے، ان چند ساعتوں میں ان پر جو بیتی وہ صرف وہی محسوس کر سکتے تھے۔ اچانک اونٹنی کے دوبارہ واپس آجانے کی وجہ سے ان کے تن ناتواں میں پھر سے جان آگئی ویرانیاں بہاروں میں بدل گئیں، اور قلب و روح میں مسرتوں کے گلستان کھل اٹھے، خوشی خوشی آگے بڑھے۔ حضور ﷺ نے پوچھا: ای بیوتنا اقرب؟ "یہاں سے کس کا گھر سب سے زیادہ قریب ہے؟" حضرت ابو ایوب خالد بن سلطان انصاری رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور عرض کی:

ان منزلی اقرب المنازل الیک فانقل رحلک الی۔ "حضور میرا گھر سب سے قریب ہے کیا میں اونٹنی سے کجاوہ اتار کر گھر لے جاؤں"۔ آقا ﷺ نے اجازت دی اور وہ کجاوہ اتار کر اپنے گھر لے گئے، یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ ابو ایوب کو میزبانی کا شرف بخش دیا گیا ہے اور پوری کائنات میں سے یہ عظیم سعادت ان کے حصے میں آگئی ہے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی دلی کیفیات کا کوئی اندازہ لگا سکتا چند لمحوں میں عزت و سعادت اور فضیلت و کرامت کے عرش کمال تک پہنچ گئے، قدرت کی کرم نوازی نے انہیں ان بلندیوں تک پہنچا دیا۔ جہاں بذات

خود پہنچنے کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ حضور آپ کہاں قیام فرمائیں گے؟ فرمایا ان الرجل مع رحله حيث كان "انسان اپنے کجاوے یعنی سازوسامان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں وہ ہو"۔ مطلب یہ تھا کہ سامان ابو ایوب کے گھر منتقل ہو گیا ہے اس لیے ہم بھی وہیں رہیں گے۔ محلہ بنو النجار کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا، کیونکہ رحمت عالم ﷺ نے اسی محلے میں قیام فرمایا تھا، خوشی کے اظہار میں چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی بزرگوں سے پیچھے نہ تھیں، چنانچہ وہ عربی دفیں لے کر گلی کوچوں میں نکل آئیں۔ خرجت جوار من بني النجار يضربن بالدفوف وهن يقلن اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

نحن جوار من بني النجار يا حبذا محمد من جار

"ہم بنو نجار کی بچیاں ہیں، اور خوش ہیں کہ حضور محمد رسول اللہ ﷺ ہمارے پڑوسی اور ہمسائے بن گئے ہیں"۔ حضور ﷺ نے ازراہ شفقت ان سے پوچھا: کیا تمہیں ہم سے بہت لگاؤ ہے اور ہمارے آنے کی بے انتہاء خوشی ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا ہمیں بھی تمہارے ساتھ انس ہے۔ حضرت براء کہتے ہیں: مدینہ طیبہ کے لوگ حضور ﷺ کی آمد سے جس قدر خوش ہوئے میں نے انہیں کسی چیز سے اس قدر خوش ہوتے کبھی نہیں دیکھا۔ ما رايت اشد فرحا منهم بشيء من النبي صلي الله عليه وسلم۔ "انہیں خوشی کی وجہ سے یوں لگ رہا تھا جیسے مدینہ کی ہوائیں اور فضائیں ہی بدل گئی ہیں، درودیوار پر غیر مرئی نور چھا گیا ہے اور کوئی چیز بھی پہلے جیسی نہیں رہی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لما كان اليوم الذي دخل فيه رسول الله صلي الله عليه وسلم اضاء منها كل شيء۔ جس روز حضور ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے، اسی روز ہر چیز منور ہو گئی"۔ شهدته يوم دخل المدينة "علينا فما رايت يوما قط كان احسن ولا اضوا من يوم دخل المدينة علينا۔ جس روز حضور ﷺ تشریف لائے، میں مدینہ میں موجود تھا، میں نے کوئی دن نہیں دیکھا جو اس دن سے زیادہ حسین اور روشن ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ کے قیام فرماتے ہی ضیافتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا عرب کی روایتی، مشہور و معروف اور حیرت انگیز مہمان نوازی کے سارے ریکارڈ ٹوٹ گئے، اہل مدینہ کے انصار نے حضور ﷺ اور آپ کے مہاجر رفقاء کو دلی چاہت، بے نظیر خلوص اور کبھی نہ ختم ہونے والے پیار کے ساتھ اسی طرح ہاتھوں ہاتھ لیا اور ایسی اپنائیت کا اظہار کیا کہ بیگانگی، ناآشنائی یا غیریت کے سارے پردے تار تار ہو گئے۔ وہ اس طرح گھل مل گئے جیسے عرصہ سے شناسا ہوں، یا ایک ہی خاندان کے قریبی افراد ہوں، معاملات، طور طریق، میل ملاپ اور لین دین، غرض کسی بھی چیز میں اجنبیت نہ رہی اور وہ ایک باپ کی اولاد کی طرح رہنے لگے۔

○ ○

یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کا سب سے بڑا دن

ابو الکلام آزاد

رات لیلۃ القدر بنی ہوئی نکلی اور خیر من الف شہر کی بانسری بجاتی ہوئی ساری دنیا میں پھیل گئی۔ موکلان شب قدر نے من کل امر سلام کی سیجیں بچھا دیں۔ ملائیکان ملاء الاعلیٰ نے تنزل الملئکۃ والروح فیھا کی شہنائیاں شام سے بجانی شروع کر دیں۔ حوریں باذن ربھم کے پروانے ہاتھوں میں لے کر فردوس سے چل کھڑی ہوئیں اور ھي حتي مطلع الفجر کی میعادی اجازت نے فرشتگان مغرب کو دنیا میں آنے کی رخصت دے دی۔ تارے نکلے اور طلوع ماہتاب سے پہلے عروس کائنات کی مانگ میں موتی بھر کر غائب ہوگئے۔ چاند نکلا اور اس نے فضائے عالم کو اپنی نورانی چادر سیمیں سے ڈھک دیا۔ آسمان کی گھومنے والی قوسیں آپ اپنے مرکز پر ٹھہر گئیں۔ بروج نے سیاروں کے پاؤں میں کیلیں ٹھونک دیں۔ ہوا جنبش سے، افلاک گردش سے، زمین چکر سے اور دریا بہنے سے رک گئے۔ اور کارخانہ قدرت کسی مقدس مہمان کا خیر مقدم کرنے کے لیے رات کے بعد اور صبح سے پہلے بالکل خاموش ہوگیا۔ انتظام و اہتمام کی تکان نے چاند کی آنکھوں کو جھپکایا، نسیم سحری کی آنکھیں جوش خواب سے بند ہونے لگیں۔ پھولوں میں نکہت، کلیوں میں خوشبو، کونپلوں میں بو محو خراب ہوگئی۔

درختوں کے مشام خوشبوئے قدس سے ایسے مہکے کہ پتا پتا مخمور ہوکر سربسجود ہوگیا۔ ناقوس کے مندروں میں بتوں کے سامنے، سر جھکانے کے بہانے آنکھ جھپکائی۔ برہمن سجدے کے حیلے سربہ زمین ہوگیا۔ غرضیکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اور قطرہ قطرہ ایک منٹ کے لیے غیر متحرک ہوگیا۔ اس کے بعد وہ منٹ آگیا، جس کے لیے یہ سب انتظامات تھے۔ فرشتوں کے پرے خوشیوں سے بھرے آسمانوں سے زمین پر اترنے لگے اور دنیا کے جمود میں ایک بیدار انقلاب پوشیدہ طور پر کام کرتا ہوا نظر آنے لگا۔ ملہم غیب نے منادی کی کہ افضل البشر، خاتم الانبیاء، سراپردۂ لاہوت سے عالم ناسوت میں تشریف لانے والے ہیں۔ رات نے کہا: میں نے شام سے اسکا انتظار کیا ہے، اس گوہر رسالت کو میرے دامن میں ڈال دیا جائے۔ دن نے کہا: میرا رتبہ رات سے بلند ہے، مجھے کیوں محروم رکھا جائے۔ دونوں کی حسرتیں قابل نوازش نظر آئیں۔ کچھ حصہ دن کا لیا، کچھ رات کا۔ نور کے تڑکے نور علیٰ نور کی نورانی آوازوں کے ساتھ دست قدرت نے دامن کائنات پر وہ لعل باہبار رکھ دیا، جس کے ایک سرسری جلوے سے دنیا بھر کے ظلمت کدے منور اور روشن ہوگئے۔

سرزمین حجاز جلوہ حقیقت سے لبریز ہوگئی۔ دنیا جو سرور و جمود و کیفیت میں تھی، اک دم متحرک نظر آنے لگی۔ پھولوں نے پہلو کھول دیئے، کلیوں نے آنکھیں واکیں، دریا بہنے لگے، ہوائیں چلنے لگیں، آتش کدوں کی آگ سرد ہوگئی، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، لات و منات، ہبل و عزات کی توقیر پامال ہوگئی، قیصر و کسریٰ کے فلک بوس

بروج گر کر پاش پاش ہوگئے، درختوں نے سجدۂ شکر سے سر اٹھایا، رات کچھ روٹھی ہوئی سی، چاند کچھ شرمایا ہوا سا، تارے نادم و محجوب سے رخصت ہوئے اور آفتاب شان و فخر کے ساتھ مسرت و مباہات کے اجالے لیے ہوئے کرنوں کے ہار ہاتھ میں، قرس نور تھال میں، ہزاروں ناز و ادا کے ساتھ افق مشرق سے نمایاں ہوا، حضرت عبداللہ کے گھر میں، آمنہ کی گود میں، عبدالمطلب کے گھرانے، ہاشم کے خاندان اور مکہ کے ایک مقدس مکان میں خلاصہ کائنات، فخر موجودات، محبوب خدا، امام الانبیاء، خاتم النبین، رحمۃ للعالمین یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف فرما کے عزو جلال ہوئے۔ سبحان اللہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کتنی مقدس تھی، جس نے ایسی سعادت پائی اور پیر کا روز کتنا مبارک تھا جس میں حضور ﷺ نے نزول و اجلال فرمایا: فتبارك الله احسن الخالقين

”جس طرح جسم کی غذا اور زمین کی مادی حیات و نمو کے لیے آسمانوں پر بدلیاں چھیلتیں، چمکتیں اور موسلا دھار پانی برستا ہے، ٹھیک اسی طرح روح و قلب کی فضا میں بھی تغیرات ہوتے ہیں۔ یہاں اگر زمین کی مٹی پانی کے لیے ترستی ہے، تو وہاں بھی انسانیت کی محرومی ہدایت کے لیے تڑپنے لگتی ہے۔ یہاں پتے جھڑتے ہیں، ٹہنیاں سوکھنے لگتی ہیں اور پھولوں کے رنگین ورق بکھر جاتے ہیں تو تم کہتے ہو کہ آسمان کو رحم کرنا چاہیے۔ وہاں جب سچائی کا درخت مرجھا جاتا ہے، نیکی کی کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں، عدالت کا باغ ویران ہوجاتا ہے اور خدا کے کلمہ حق و صدق کا شجرہ طیبہ، دنیا کے ہر گوشہ اور ہر حصہ میں بے پھگ و بار نظر آنے لگتا ہے تو اس وقت روح انسانیت چیختی ہے کہ خدا کو رحم کرنا چاہیے۔ یہاں زمین پر موت طاری ہوتی ہے تو خدا کی بارش اسے زندگی بخشتی ہے، وہاں انسانیت ہلاک ہوجاتی ہے تو خدا کی ہدایت پھر اسے اٹھا کر بٹھا دیتی ہے۔

عالم انسانیت کی فضاء روحانی کا ایک ایسا ہی انقلاب تھا جو چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ظاہر ہوا۔ وہ رحمت الٰہی کی بدلیوں کی ایک عالم گیر نمود تھی، جس کے فیضان عام نے تمام کائنات ہستی کو سرسبزی و شادابی کی بشارت سنائی اور زمین کی خشک سالیوں اور محرومیوں کی چوٹیوں پر کہا تھا کہ میں اپنی قدرت کی بدلیوں کے اندر آتشیں بجلیوں کے ساتھ آؤں گا اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ میرے جاہ و جلال الٰہی کی نمود ہوگی۔ سو بالآخر وہ آگیا اور سعیر اور فاران کی چوٹیوں پر اس کے ابر کرم کی بوندیں پڑنے لگیں۔

یہ ہدایت الٰہی کی تکمیل تھی، یہ شریعت ربانی کے ارتقاء کا مرتبہ آخری تھا، یہ سلسلہ ترسیل رسل و نزول صحف کا اختتام تھا، یہ سعادت بشری کا آخری پیام تھا، یہ وراثت ارضی کی آخری بخشش تھی، یہ امت مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا اور اس لیے یہ حضرت ختم المرسلین و رحمۃ للعالمین محمد بن عبداللہ کی ولادت باسعادت تھی۔ صلي الله عليه و آله وصحبه وسلم۔

یہی واقعہ ولادت نبوی ہے، جو دعوت اسلامی کے ظہور کا پہلا دن تھا اور یہی ماہ ربیع الاول ہے جس میں اس امت مسلمہ کی بنیاد پڑی، جس کو تمام عالم کی ہدایت و سیادت کا منصب عطا ہونے والا تھا۔ یہ ریگستان حجاز کی بادشاہت کا پہلا دن نہ تھا، اس میں صرف نسلوں اور ملکوں کی دعوت نہ تھی۔ جیسا کہ ہمیشہ ہوا ہے اور جیسا

کہ دنیا کی تمام تاریخ کا انتہائی سرمایہ ہے؛ بلکہ یہ تمام عالم کی ربانی بادشاہت کا یوم میلاد تھا۔ یہ تمام دنیا کی ترقی و عروج کے بانی کی پیدائش تھی۔ یہ تمام کرہ ارضی کی سعادت کا ظہور تھا۔ یہ تمام نوع انسانی کے شرف و احترام کا قیام عام تھا۔ یہ انسانوں کی بادشاہتوں، قوموں کی بڑائیوں اور ملکوں کی فتوحات کا نہیں، بلکہ خدا کی ایک ہی اور عالمگیر بادشاہت کے عرش و جلال و جبروت کی آخری اور دائمی نمود تھی۔

پس یہی دن سب سے بڑا ہے کیونکہ اسی دن کے اندر دنیا کی سب سے بڑی بڑائی ظاہر ہوئی۔ اس کی یاد نہ تو قوموں سے وابستہ ہے اور نہ نسلوں سے، بلکہ وہ تمام کرہ ارضی کی ایک عام اور مشترکہ عظمت ہے، جس کو وہ اس وقت تک نہیں بھلا سکتی جب تک کہ اس سچائی اور نیکی کی ضرورت ہے اور جب تک کہ اس کی زمین اپنی زندگی اور بقاء کے لیے عدالت اور صداقت کی محتاج ہے"۔ (ماخوذ: از کتاب "جب حضور آئے" مرتب محمد متین خالد)۔

بقیہ۔ ظہورِ قدسی

اٹھ گئے پھر آپ نے رحلت کی اور ابوطالب نے سرپرستی اپنے ذمہ لی۔ بارہ برس کی عمر میں ابوطالب کے ساتھ آپ ملک شام کو تشریف لے گئے۔ راستہ میں ایک نصرانی عابد نے جس کا نام بحیرا تھا ان علامتوں سے جو اس نے اپنی کتابوں میں دیکھی تھی آپ ﷺ کو پہچانا اور دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر کہنے لگا کہ یہ بے شک رسول رب العالمین ﷺ ہیں۔ آپ کے ہمراہیوں نے پوچھا: تم نے کیسے جانا تو اس نے جواب دیا کہ جس وقت تم یہاں آئے میں نے دیکھا کہ شجر و حجر نے آپ کو سجدہ کیا۔ ۲۵ برس کی عمر میں آنحضور ﷺ نے حضرت خدیجہ الکبریٰ سے شادی کی۔ اکتالیسویں سال حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور سورہ اقراء نازل ہوئی جب سن شریف پچاس کا ہوا، معراج واقع ہوئی۔ نزول وحی کے بعد تیرہ برس مکہ معظمہ میں قیام فرمایا پھر ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے گئے اور دس برس مدینہ منورہ آپ کے جمال باکمال سے منور و مشرف رہا۔ ۲۷ غزدوں میں بہ نفس نفیس شریک ہوئے اور نو لڑائیوں میں تلوار چلائی۔ تین حج ادا فرمائے، دو حج کے فرض ہونے سے پہلے اور ایک اس کے بعد۔ یہ اخیر حج حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے خالق اکبر عم نوالہٗ نے آپ کو جمال ظاہری بھی عطا فرمایا تھا۔

وہ نبیوں میں ہوئے ایسے کہ ختم الانبیاء ٹھہرے
حسینوں میں ہوئے ایسے کہ محبوب خدا ٹھہرے

منہاجینز کے لیے اہم اعلان

ملک اور بیرون ملک جملہ فاضلین جامعہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ ربیع الاول کا پورا ماہ "ربط رسالت مہم" کے طور پر منائیں گے، محفل ذکر، محافل میلاد، محافل نعت اور ربط رسالت کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے جلسے منعقد کریں گے۔ ۱۲ ربیع الاول کی رات مشعل بردار جلوس نکالے جائیں گے۔ جبکہ قائد انقلاب پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ کی زیر قیادت شیخوپورہ سے لاہور آنے والی ریلی اور مینار پاکستان کے مقام پر منعقد ہونے والی سالانہ مرکزی محفل میلاد میں بھرپور شرکت کریں گے۔ تمام منہاجینز کو تاکید کی جاتی ہے کہ وہ ربیع الاول کے پورے ماہ کا شیڈول جلد مرکز بھجوائیں۔

نعیم انور نعمانی (صدر وعہدیداران)

ظہورِ قدسی

محمد حبیب الرحمان خاں شیروانی

اللہ اللہ کیا شرافت ہے اس محفل ہمایوں کی جس میں جناب محبوب کبریا سرور اصفیاء سید المرسلین خاتم النبین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء کا ذکر خیر ہوا اور سبحان اللہ کیا سعادت ہے ان اہل ایمان کی جو اس مجلس مبارک میں حسن عقیدت اور خلوص نیت سے حاضر ہوں۔ یہ وہ بزم باصفا ہے جس میں انوار عالم قدس سے نازل ہوتے ہیں اور یہ وہ بیان روح افزا ہے جس کے سننے کو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ، محدث دہلوی" فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں کہ میں بارھویں ربیع الاول کو اس مجلس پاک میں حاضر ہوا جو مکہ معظمہ میں خاص مکان ولادت شریف میں منعقد تھی اور اس میں آنحضرت ﷺ کے تولد کا ذکور تھا۔ دفعتاً کچھ انوار وہاں بلند ہوئے۔ میں نے جو بہ نظر تامل دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ انوار تھے ان ملائکہ جو ایسی متبرک محفلوں میں حاضر ہوا کرتے ہیں اور وہ انوار تھے رحمت الہی کے۔ پس اے مسلمانو! تم کو چاہیے کہ اس انجمن عالی میں بصد ادب بیٹھو اور خوب ذوق و شوق سے احوال خیر اشتمال سنو اور حاضرین پر یہ بھی واجب ہے کہ درود شریف کی کثرت رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آنحضور ﷺ پر درود پڑھنے کا امر فرمایا ہے اور حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو میرے ذکر کو سن کر درود نہ بھیجے وہ بخیل ہے۔ اللھم صلي اللہ محمّد وعلي آل محمد وبارك وسلم۔ حدیث میں آیا ہے کہ اول ماخلق اللہ نوري یعنی سب مخلوق سے پہلے خدا نے میرے نور کو پیدا کیا۔ روایت ہے کہ نور عالم وجود میں آ کر ستر ہزار برس تسبیح میں مصروف رہا اور پھر اس سے ملائکہ عرش و کرسی لوح و قلم آسمان و زمین جن و انس غرض جملہ عالم کا ظہور ہوا۔ ازاں بعد حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی اس نور سے نورانی فرمائی گئی۔ اسی نور کی تعظیم منظور تھی جو رب العرش نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سجدے کا حکم دیا اور یہی وہ گرانبہا امانت تھی جس کے تحمل سے پہاڑ اور زمین و آسمان عاجز ہوگئے اور انسان کے حوصلہ بلند نے بسروچشم کہہ کر اٹھالیا۔

آسمان بار امانت نتوانست کشید قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

یہ نور رحمت ظہور پشت ہائے پاک سے ارحام طیبہ میں نقل کرتا رہا یہاں تک کہ عرب کی عزت افزائی منظور ہوئی اور یہ ودیعت بدیع حضرت اسماعیل علیہ السلام سے بنی اسماعیل علیہ السلام کو اور بنی اسماعیل میں قریش کو اور قریش میں بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں عبدالمطلب کو نصیب ہوئی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے والد ماجد عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ چاہ زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں سے کھد گیا تھا ایک مدت تو وہ کنواں بدستور رہا لیکن پھر اٹ گیا اور اس کا نشان تک باقی نہ رہا۔ عبدالمطلب نے اس کنویں کی جگہ خواب میں دیکھی اور ارادہ کیا کہ اس کو پھر کھدوائیں۔ قریش سد راہ ہوئے اور لڑائی کی نوبت پہنچی۔ بمصداق چاہ کن را چاہ

درپیش۔ قریش اس معرکہ میں مغلوب ہوئے اور عبدالمطلب غالب۔ عبدالمطلب کا اس وقت تک ایک ہی بیٹا تھا انہوں نے نذر کی کہ اگر پروردگار مجھ کو دس بیٹے عطا فرمائے اور چاہ زمزم بھی بن جائے تو میں اپنا ایک بیٹا قربانی کروں۔ خدائے تعالیٰ نے اپنے فضل سے عبدالمطلب کا مطلب پورا کر دیا۔ دس بیٹے بھی ہوئے اور چاہ زمزم بھی درست ہوگیا۔ اب انہوں نے ارادہ کرلیا کہ نذر پوری کریں، قرعہ جو ڈالا تو عبداللہ کا نام نکلا۔ عبدالمطلب ان کو ذبح کرنے لے چلے۔ چونکہ ان کے چہرہ میں نور احمدی ﷺ کی درخشانی تھی اس لیے سب کو ان کا ذبح ہونا ناپسند تھا آخر سو اونٹ ان کے سر پر سے قربان کر کے قربانی کر دی۔ عبداللہ کی شادی بی بی آمنہ سے ہوئی جو وھب ابن عبدالمناف کی بیٹی تھیں۔ جس سال نور محمدی ﷺ صلبِ پدر سے منتقل ہو کر بطنِ مادر میں آیا قریش صدمہ قحط سے سینہ ریش تھے آپ ﷺ کے قدم میمنت لزوم کی برکت سے مینہ خوب برسا اور ساری سرزمین عرب سرسبز اور سیراب ہوگئی حتی کہ اس برس کا نام قریش نے سنة الفتح و الابتهاج رکھا یعنی فتح اور خوشی کا سال۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کو خواب میں آنحضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی بشارت ہوئی اور بشارت دینے والے نے آپ ﷺ کے واسطے نام محمد ﷺ بتایا۔ بارہویں ربیع الاول کو پیر کے دن صبح صادق کے وقت حضرت سرور کائنات فخر موجودات نے اس عالم خاک کو اپنے وجود باجود سے رشکِ افلاک بنایا۔

خالق اکبر جل جلالہ نے اس لیے کہ غافل ہوشیار و خبردار ہوجائیں آنحضور ﷺ کے تولد کے وقت بہت سے امور عجیبہ ظاہر فرمائے۔ ام عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ پیدا ہوئے تو ستارے جھک کر زمین سے ایسے قریب ہوگئے تھے کہ گمان ہوتا تھا کہ گر پڑیں گے۔ اس میں یہ ایما تھا کہ حضرت سرور کائنات ﷺ کل انوار کے مرکز ہیں اور ہر شے اپنے مرکز کی طرف مائل ہوا کرتی ہے۔ ملک فارس کے آتشکدوں کی آگ جو ہزاروں برس سے دہک رہی تھی بجھ گئی اس میں یہ رمز تھی کہ دین حق کے جلوہ سے آتش پرستی کی گرم بازاری نہ رہے گی۔ دریائے ساوا سوکھ گیا اس میں یہ اشارہ تھا کہ اب آب پرستی اور پرستش دریا پر پانی پھر جائے گا۔ تمام روئے زمین کے بت اوندھے گر پڑے اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ ﷺ کی رسالت سے بت پرستی کا منہ کالا ہوگا۔ نوشیرواں بادشاہِ ایران کے محل میں زلزلہ پیدا ہوا اور اس کے چودہ کنگورے ٹوٹ گئے۔

اٹھا جب شور عالم میں نبی کی آمد آمد کا ۔ لرز کر گر پڑے چودہ کنگورے قصر کسریٰ کے

چنانچہ آج تک وہ محل جس کا نام طاق کسرے ہے بغداد کے قریب شہر مدائن کے ویرانہ میں پھٹا کھڑا ہے۔ سیاح وہاں جاکر اب تک اس معجزے کو دیکھتے ہیں اس میں یہ راز تھا کہ آپ ﷺ کی برکت سے شجاعان عرب کے قدم تخت جم پر جم گئے اور شاہان عجم کی حکومت کی بنیاد ہل گئی۔ چودہ کنگورے گرنے میں یہ رمز تھا کہ اس کے بعد چودہ بادشاہ اس خاندانی نوشیروانی میں اور فرمانروائی کریں گے پھر قصر ابیض کا خزانہ غازیان عرب کا مال ہوگا۔ آپ ﷺ کے والد ماجد تولد شریف سے پہلے وفات پاگئے تھے چھ برس کی عمر تھی کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے رحلت کی اور جد امجد عبدالمطلب پرورش ظاہری کے متکفل ہوئے۔ جب سن اقدس آٹھ پر پہنچا وہ بھی دنیا سے

باقی صفحہ ۱۷ پر

قرآنِ حکیم ..... کتابِ نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تحریر۔ محمد تاج الدین ہاشمی

نعت حضور سرورِ کائنات ﷺ کی ظاہری حیات مطہرہ سے لے آج تک آپ ﷺ کے ذکرِ خیر، حسن سیرت و تعلیمات اور شمائل و خصائل کے حوالے سے دنیا کی ہر زبان اور ہر علاقے کے لوگوں کے اندر اپنا ایک الگ اور ممتاز مقام پیدا کر چکی ہے۔ نعت کے حوالے سے دوسری خاص بات یہ ہے کہ یہ صرف مسلمان شعراء تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ غیر مسلم شعراء کو بھی اپنے دامن محبت و رافت میں کھینچ کر لے آئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کے متبعین آپ ﷺ کے اقوال و افعال اور خصائل و شمائل کو اسطرح محفوظ نہ بھی کرتے جسطرح محفوظ کرنے کا حق ادا کیا گیا ہے تب بھی حضور ﷺ کی شخصیت اور سیرت اتنی ہی نمایاں و تاباں ہوتی جتنی اب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خود خالق کائنات نے اپنی عظیم کتاب ”قرآن مجید“ میں اپنے حبیب ﷺ کے اوصاف اس طرح بیان کیے ہیں کہ گویا پورا قرآن حکیم آپ ﷺ ہی کی نعت و سیرت اور محامد و محاسن بیان کر رہا ہے۔

جس طرح آپ ﷺ کی حیات مقدسہ اور احادیث مبارکہ قرآن مجید کی زندہ و تابندہ تفسیر ہیں اسی طرح قرآن حکیم بھی حیات و سیرت سید دوعالم ﷺ کا مفسر اعظم ہے۔ خالق کائنات نے اپنے حبیب ﷺ کے کیا کیا محامد و محاسن، کس کس انداز میں بیان فرمائے ہیں اور کس کس شان سے اپنے حبیب ﷺ کی نعتیں کہی ہیں۔ اس کے لیے اہل محبت علماء و مفکرین نے ضخیم کتب مرتب کیں ہیں جبکہ آئمہ و مفسرین نے اپنی زندگیاں وقف کیں اور دفتروں کے دفتر بھر دیئے لیکن ”انکے اوصاف کا ایک باب بھی پورا نہ ہوا“۔ سطور ذیل میں قرآن مجید میں بیان کردہ اوصاف کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جا رہا ہے ملاحظہ ہو۔

ا۔ **رحمۃ للعالمین ﷺ**:۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی تعریف و توصیف کے ضمن میں اللہ پاک نے آپ ﷺ کو جن خاص القابات سے نوازا ہے ان میں سے ایک ”رحمۃ للعالمین“ ہے۔ ارشاد فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء: ۱۰۷)۔ ”اور (اے رسول محتشم ﷺ) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر جہانوں کے لیے رحمت بنا کر“۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے مفسرین نے لکھا ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام بھی اگرچہ رحمت تھے لیکن وہ اپنے دور اور اپنی قوم تک ہی محدود رحمت کے مالک تھے جبکہ حضور سید المرسلین ﷺ ہمیشہ سے رحمت ہیں اور ہمیشہ رہنے والی رحمت ہیں اور ہر دور کے لیے اور ہر عالم کے لیے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا؟ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت خاص رب العالمین بیان کی ہے جبکہ آپ ﷺ کی صفت خاص رحمۃ للعالمین بیان کی ہے۔ گویا جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ سے رب العالمین ہے اسی طرح آپ ﷺ رحمت للعالمین ہیں اور جس

Scanned with CamScanner

طرح رب العالمین کی شان ربوبیت سے تمام عالم فیض حاصل کر رہے ہیں اسی طرح آپ ﷺ کی شان رحمۃ للعالمینی سے تمام عالمین فیض پا رہے ہیں۔ چنانچہ مفسرین کرام نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی مشکلات اور مصائب میں نصرت و اعانت کو آپ ﷺ ہی کی رحمۃ للعالمینی سے فیض یاب قرار دیا ہے۔

۲۔ رَءُوفٌ الرَّحِیْم :۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبہ: ۱۲۸)۔ "بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک باعظمت رسول تشریف لائے تمہارے تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں گزرتا ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لیے (بھلائی وہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں"۔ یہ آیت کریمہ حضور سراپائے نور ﷺ کی نعت کا خزانہ ہے۔ اس میں خداوند قدوس نے آپ ﷺ کے نمایاں ترین اوصاف بیان کیے ہیں اور اپنی دو خاص صفات "رؤف رحیم" کو آپ ﷺ کے لیے بھی بیان فرمائیں جس سے آپ ﷺ کی شان رسالت، عظمت و رفعت اور رافت و رحمت کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔ یعنی ایک ایسے رسول ﷺ جو تم میں سے ہیں اور تمہاری تکالیف اور تمہارے مصائب جن کو پریشان کر دیتے ہیں اور تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے اور مومنین کے لیے رؤف رحیم ہیں۔

۳۔ صاحب اسوۂ حسنہ ﷺ :۔ خداوند قدوس نے اپنے حبیب ﷺ کی ذات کو علم و فضل، تقویٰ و پرہیزگاری، زہد و ریاضت، فکر و شعور اور دنیا و آخرت کے تمام مسائل و مباحث میں ہر لحاظ سے مکمل اور کامل کر دیا کہ اس کی مثال نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ ہی کی ذات والا صفات کو صاحب اسوۂ حسنہ کے لقب سے پکارا ہے ارشاد فرمایا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: ۲۱)۔ "(اے ایمان والو) بے شک تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے"۔ یہ آیت مقدسہ حضور نبی المکرم ﷺ کی عظیم نعت ہے۔ اس میں عام لوگوں کو ہدایت بھی کی گئی ہے کہ اگر تم اللہ سے کچھ انعام کی امید رکھتے ہو اور آخرت میں اپنے لیے بہتری چاہتے ہو تو رسول کریم ﷺ (کی زندگی) کو اپنی زندگی کے لیے نمونہ بنالو اور ان کی پیروی کرو۔ اور یہ نمونہ کامل ہر ملک اور ہر دور کے انسانوں کے لیے ہے۔ خواہ وہ حاکم ہوں یا محکوم، مالدار ہوں یا غریب، تعلیم یافتہ ہوں یا ان پڑھ، کالے ہوں یا گورے الغرض تمام لوگوں کے لیے آپ ﷺ کی زندگی مشعل راہ ہے۔

۴۔ صاحب خلق عظیم ﷺ :۔ قرآن حکیم میں جہاں آپ ﷺ کی حیاتِ مقدسہ کو اسوۂ کامل بتایا گیا ہے وہاں آپ ﷺ کے اخلاق کو خلقِ عظیم کے اعزاز و اکرام سے بھی نوازا گیا ارشاد ربانی ہے: و انک لعلی خلق عظیم (القلم: ٤) "اور یقیناً آپ کا خلق عظیم الشان ہے"۔ یہ آیت کریمہ بھی حضور ﷺ کی ممتاز ترین نعت ہے جس میں آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کو خلقِ عظیم فرمایا گیا ہے۔ خلق عربی زبان میں ایسی طبعی عبادت کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے اچھے کام خود بخود سرزد ہوں۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ جس قدر اعلیٰ و ارفع کام

Scanned with CamScanner

سرانجام دیتے ہیں یہ تو آپ ﷺ کی طبیعت اور فطری عادت کریمانہ ہے۔

۵۔ صاحبِ کوثر ﷺ :۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دنیا میں اسی کا ذکر بلند ہوتا ہے جسکی نسل چلے یعنی اولاد (اور خصوصاً بیٹا) ہو۔ چنانچہ جب حضور ﷺ کے فرزند ان ارجمند (حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وفات پاگئے تو کفار نے آپ ﷺ کو ابتر (یعنی منقطع النسل) کہا اور یہ بھی کہا کہ اب چونکہ انکی نسل نہیں رہی اس لیے ان کا ذکر بھی دنیا میں نہیں رہے گا۔ کفار کی ان لایعنی باتوں سے حضور پاک ﷺ کو سخت صدمہ ہوا اور آپ ﷺ غمگین رہنے لگے۔ اس صورت حال میں سورۂ کوثر نازل ہوئی جس کے الفاظ نعت رسول ﷺ کا ایک عظیم شاہکار ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ (الکوثر: ۱۰۸) ”بے شک ہم نے آپ کو (ہر خیر و فضیلت میں) بے انتہا کثرت بخشی ہے۔ پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں (یہ ہدیۂ تشکر ہے) بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل اور بے نام ونشان ہوگا“۔

چنانچہ کفار کے اس اعتراض کے حوالے سے اگر اس سورہ مبارکہ کو دیکھیں تو یہ بات واضح ہے کہ دنیائے رنگ و بو میں حضور سید عالم ﷺ کو جو شہرت و چرچا ملا اور مل رہا ہے یہ کسی دوسری شخصیت کو اس کی اولاد ہو یا نہ ہو میسر نہ آیا۔ مختلف مفسرین کرام نے کوثر کے معنی بے شمار خوبیاں، بہت سا ذکر۔ حوض کوثر اور عالم کثرت یعنی امت کثیرہ کے لیے ہیں۔ ظاہر ہے ان تمام معنوں کا تعلق آپ ﷺ ہی کی ذات گرامی سے ہے۔

۶۔ صاحبِ مقام محمود ﷺ :۔ روز قیامت جب تمام اولین و آخرین شفاعت کرنے والی ہستی کی تلاش میں مارے مارے پھریں گے اور بالآخر آپ ﷺ کی بارگاہ میں آکر اپنی مراد کو پائیں گے۔ حضور ﷺ کو اس روز عزت و عظمت اور اعزاز و اکرام کی جگہ پر دیکھ کر سب دوست اور دشمن آپ ﷺ کی تعریف کریں گے اس لیے اس کو مقام محمود کہتے ہیں جو آپ ﷺ کے لیے خاص ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (بنی اسرائیل: ۷۹) ”قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود عطا فرمائے۔ (کہ آپ سب کی شفاعت فرمائیں اور اس کی جملہ مخلوق آپ سے شفاعت طلب کر رہی ہو)۔

۷۔ صاحب شفاعت ﷺ :۔ حضور ﷺ کے محامد و محاسن اور مدح میں ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ آپ ﷺ شفاعت کرنے والے بھی ہیں۔ ارشاد خداوندی : وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۝ (النساء: ۶۴) ”اور (اے حبیب ﷺ) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے (وہ اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان پاتے“۔ قرآن حکیم نے یہاں حضور ﷺ کی نعت میں قبولیت دعا اور طلب مغفرت کے لیے جن آداب کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک اہم ادب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت چاہنے والے، سب سے پہلے درِ مصطفیٰ ﷺ پر حاضر ہوں جب حضور ﷺ ان کی شفاعت کریں گے تو اللہ معاف فرمائے گا۔ ورنہ

نہیں ۔بقول اعلحضرت :

بخدا خدا کا یہی ہے دَر نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

۸۔ یٰسین و طٰہٰ ﷺ :۔ یٰسین و طٰہٰ اگرچہ حروف مقطعات میں سے ہیں ۔جن کے معنی و مفہوم کو سوائے ذات خداوندی اور اسکے محبوب ﷺ کے اور کوئی نہیں جانتا لیکن بعض مفسرین کرام نے انہیں حضور سید دوعالم ﷺ کے القابات اور اسماء قرار دیا ہے یہ جس سورہ مبارکہ کے شروع میں ہیں اس کا نام بھی انہیں قرار دیا ہے چنانچہ علامہ اقبال کا ایک نعتیہ شعر ہے :

نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر   وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

۹۔ مزمّل و مدثر ﷺ :۔ حضور سید عالم ﷺ خداوند تعالیٰ کو کس قدر محبوب اور پیارے تھے اس کا ادراک کرنا انسانی فہم و شعور کے بس کی بات نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے محامد و محاسن اور سیرت و کردار کے سلسلے میں جہاں بہت کچھ کہا ہے وہاں آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کی مختلف کیفیات کو بھی درج کر کے نعت رسول ﷺ کہی ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے : یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ (سورہ مزمل : ۱) "اے کپڑوں میں لپٹنے والے"۔ یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ (سورہ مدثر : ۱) "اے چادر اوڑھنے والے"۔

ظاہر ہے زندگی کی یہ مختلف حالتیں ہر انسان میں ہوتی ہیں لیکن حضور ﷺ کی یہ حالتیں اللہ تعالیٰ کو اس قدر عزیز اور پیاری لگیں کہ اسی سے ان دو صورتوں میں آپ ﷺ کو پکارا گیا ہے جس سے نہ صرف عظمت مصطفیٰ ﷺ ظاہر ہوتی ہے بلکہ محبت خداوندی کا بھی ثبوت ملتا ہے جو اسے اپنے حبیب پاک ﷺ سے تھی۔

۱۰۔ سراجاً منیرا ﷺ :۔ حضور سرور کونین ﷺ کو جہاں قرآن حکیم میں نور سے تشبیہ دی گئی ہے وہاں آپ ﷺ کو "سراجاً منیرا" یعنی چمکتا ہوا چراغ یا مہر درخشاں بھی کہا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ (الاحزاب : ۴۵ - ۴۶)۔ "اے نبی (ﷺ) ہم ہی نے آپ کو گواہ (بناکر) اور (مومنین کو) خوشخبری سنانے والا اور (کفار کو) نصیحت کرنے والا بناکر بھیجا اور بلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چمکتا ہوا چراغ"۔ ان آیاتِ مقدسہ میں آپ ﷺ کے من جملہ دیگر محامد و محاسن کے سب سے آخر میں جو صفت بیان ہوئی اور جس لقب خاص سے آپ کو نوازا گیا وہ ہے "سراجاً منیرا"۔ روشن چمکتا ہوا چراغ اور مہر درخشاں اسی ایک لفظ کے مختلف روپ ہیں۔

قرآن حکیم میں لفظ سراج سورج کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اگر یہاں مراد سورج لیا جائے تو آپ ﷺ بھی آسمان ہدایت کے سورج ہیں۔ اور اگر یہاں معنی چراغ کے لئے جائیں تو بھی بات درست ہے کیونکہ چراغ سے روشنی آتی ہے اور تاریکی دور ہوتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے بھی انسانیت نے ہدایت کی روشنی حاصل کی اور جہالت و کفر کی تاریکی جاتی رہی۔ گویا یہ آیت بھی حضور سرور کونین ﷺ کی ارفع ترین نعت ہیں۔

Scanned with CamScanner

۱۱- روشن چہرہ :- عہد رسالت مآب ﷺ میں کچھ دیر کے لیے وحی کا آنا رک گیا تو کفار مکہ نے طعنے کے انداز میں کہنا شروع کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کو چھوڑ دیا ہے اور ان سے ناراض ہو گیا ہے حکمت الٰہیہ کے مطابق وحی آتی تھی اس لیے کچھ عرصہ وحی کا نہ آنا کوئی عجیب بات نہ تھی اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور سورہ وَالضُّحیٰ نازل فرمائی تاکہ کفار کے اس اعتراض کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رد کر دیا جائے یہ سورہ مکمل طور پر نعت رسول مقبول ﷺ ہے جس میں ان کفار کی بے جا باتوں کی تردید کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اپنے احسانات بیان کیے ہیں اور آپ ﷺ کو جن اعزازات سے سرفراز کیا ہے ان کا تذکرہ بھی کیا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وَالضُّحیٰ کہہ کر آپ ﷺ کے رخ انور کی قسم اٹھائی جن کو مفسرین نے بیان کیا ہے۔

۱۲- دافع بلا ﷺ :- حضور نبی کریم ﷺ خدائے بزرگ و برتر کو کس قدر محبوب تھے اس کا اندازہ اس حقیقت سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ ہی کے وجود مسعود کے صدقے آپ ﷺ کی حیات ظاہری میں اور آپ ﷺ کے بعد بھی امت محمدیہ گناہوں میں لت پت ہونے کے باوجود عذاب الٰہی اور قہر خداوندی سے محفوظ ہے حالانکہ پہلی امتیں اکثر و بیشتر خدا کی نافرمانی اور اپنے نبی کو جھٹلانے کی سزا کے طور پر اپنے نبی زندگی میں یا پھر حیات ظاہری کے بعد تباہ و برباد ہو کر رہ گئیں اور ان کے نام و نشان تک مٹ گئے لیکن آپ ﷺ کی برکت سے آپ کی امت کو ہمیشہ کے لیے عذاب الیم سے محفوظ کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کا اس اعزاز کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط (الانفال : ۳۳)- "اور (درحقیقت بات یہ ہے کہ) اللہ کو یہ زیب نہیں دیتا ان پر عذاب نازل فرمائے جبکہ (اے حبیب مکرم ﷺ) آپ بھی ان میں (موجود) ہوں"۔

۱۳- بشیر و نذیر ﷺ :- قرآن حکیم میں حضور ﷺ کے جن اوصاف حمیدہ کا بار بار ذکر کیا گیا ان میں آپ ﷺ کا بشیر و نذیر ہونا بھی شامل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ط (فاطر : ۲۴)- "ہم نے تو آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور نصیحت کرنے والا بنا کر بھیجا"۔ اسی طرح سورہ سبا کی آیت نمبر ۲۸ اور الاحزاب کی آیت نمبر ۴۵ میں بھی آپ ﷺ کا بشیر (خوشخبری سنانے والا) اور نذیر (ڈر سنانے والا) ہونا بیان فرمایا۔

۱۴- معلم کتاب و حکمت ﷺ :- حضور سرور کائنات ﷺ جہاں سلسلۂ نبوت کے خاتم ہیں تمام کائنات کے لیے رحمت اور ہر خطے اور ہر عہد کے انسانوں کے لیے پیغمبر بھی ہیں انسانوں کے لیے الہامی کتاب یعنی قرآن مجید کے شارح اور علم و حکمت کے معلم بھی ہیں اور ایسے معلم ہیں کہ جن کی بے مثال تعلیم و تربیت نے ایک عالم انسانیت کا رخ بدل کر رکھ دیا۔ آئندہ زمانوں کے لیے حکمت اور قرآن فہمی کے وہ اصول اور ضابطے دیئے ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہو کر انسانیت ہمیشہ کے لیے علم و حکمت کی تعلیم سے آراستہ ہوتی رہے گی۔ یہ حقائق و معارف ہمیں محض تاریخ کی ورق گردانی ہی سے حاصل نہیں ہوتے بلکہ خود خالق کائنات نے اپنے کلام میں جگہ جگہ فرما دیا۔ ارشاد ہوتا ہے: كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ط (البقرہ : ۱۵۱)- "اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری

آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفسا وقلبا) پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اسرار و معرفت و حقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے"۔(البقرۃ، ۲: ۱۵۱)۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنے اس احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہیں میں سے عظمت والا رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے"۔

۱۵۔ صاحب علم غیب ﷺ:۔ حضور اکرم ﷺ کے خصائص کبری میں ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور عطا سے مطلع علی الغیب بھی تھے یعنی وہ سب کچھ جانتے تھے جو آپ ﷺ کی حیات ظاہری سے قبل ہو چکا اور جو آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد ہوگا۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کو اس فضیلت کا بیان رب کائنات نے ان الفاظ میں فرمایا۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔(آل عمران: ۱۷۹)اور اللہ کی شان نہیں کہ (اے عامۃ الناس) تمہیں غیب پر مطلع فرمادیں لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے (غیب کے علم کے لیے) چن لیتا ہے"۔ اسی طرح سورہ جن میں ارشاد فرمایا: فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (جن: ۲۶-۲۷)"اللہ تعالیٰ اپنے غیب کی بات کسی پر ظاہر نہیں کرتا ہاں جس رسول کو پسند فرمالیتا ہے تو (اس کو بذریعہ وحی غیب کی باتوں سے آگاہ فرماتے ہے)"۔ ظاہر ہے کہ علم غیب کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کو چنا ہے۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کی اس خصوصیت اور فضیلت کا اظہار بھی نعت ہی ہے۔

۱۶۔ شرح صدر کا ذکر:۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ۝ الَّذِيٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ۔(الم نشرح: ۱-۳)۔ "کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (انوار علم وحکمت اور معرفت کے لیے) کشادہ نہیں فرمایا۔ اور ہم نے آپ کا (غم امت کا وہ) بار آپ سے اتار دیا جو آپ کی پشت (مبارک) پر گراں ہو رہا تھا"۔ یہ پوری سورت ہی حضور سرور کونین ﷺ کی نعتوں کا گلدستہ ہے۔ سینہ کشادہ کرنے کے معنی کے سلسلے میں مفسرین کرام کے مختلف اقوال ہیں ایک تو یہ کہ اس سے وہ شرح صدر مراد ہے جو تین بار حضرت جبریل علیہ السلام نے کی جن کی تفصیل احادیث مبارکہ میں ملتی ہے۔ دوسرا مفہوم یہ کہ ہر سینہ اس قابل نہیں ہوتا کہ اس میں نور نبوت، اسرار الٰہیہ اور علوم غیب سما جائیں اس لیے آپ ﷺ کا سینہ مبارک خاص طور پر کشادہ کیا گیا جس کی طرف یہاں اشارہ ہے۔ بوجھ اتارنے کے معنی یہ ہیں کہ پہلے آپ ﷺ گنہگار امتیوں کے غم میں اکثر غمگین رہا کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے وعدۂ مغفرت فرما دیا تو آپ ﷺ کی تسکین ہوئی گویا آپ ﷺ کے دل و دماغ سے ایک بہت بڑا بوجھ اتر گیا۔ اس آیت کا دوسرا مفہوم یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کو مکہ میں بت پرستی دیکھ کر جو رنج والم ہوتا تھا وہ فتح مکہ کے بعد مسرت میں تبدیل ہوگیا اور اس طرح سے آپ ﷺ کے دل و دماغ پر جو گہرا بوجھ تھا وہ اتر گیا اور آپ ﷺ کو تسکین کی دولت میسر آئی۔

۱۷۔ رفعت ذکر:۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نعت رسول مقبول ﷺ کے سلسلے میں جو گلہائے رنگا رنگ پیش کیے ہیں ان کی مکمل سمجھ بوجھ اور ان کے مضامین تک مکمل رسائی انسانی عقل و شعور اور فہم و ادراک

Scanned with CamScanner

سے بالاتر ہے۔ لیکن یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ قرآن پاک میں آپ ﷺ کے محاسن و شمائل اور اوصاف بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ پاک نے آپ ﷺ کو اس اعزاز سے بھی سرفراز فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کا ذکر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بلند کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ؕ (الم نشرح : ۴)۔ "اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند فرمایا"۔ قرآن کریم کے اس فیصلے کی صداقت آج کے اس انتہائی مادی دور میں بھی عیاں ہو رہی ہے کہ آپ ﷺ کی نعت و سیرت کے حوالے سے دنیا کے ہر گوشے اور ہر زبان میں آج بھی لکھا یا اور پڑھایا جا رہا ہے۔ اسی طرح اللہ پاک نے کلمہ، نماز، اذان، دعا الغرض ہر جگہ اپنے نام کے ساتھ اپنے حبیب ﷺ کا نام شامل کر کے بھی ان کے ذکر کو بلند کر دیا۔

۱۸ — خاتم النبیین ﷺ: — حضور رسالت مآب ﷺ جہاں دین کی تکمیل کے لیے بے پایاں اعزاز سے بہرہ ور ہیں وہاں سلسلہ نبوت کے اختتام کو پہنچنے کی نوید بھی ہیں۔ چنانچہ سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (الاحزاب : ۴۰) "محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں اللہ کے رسول ہیں خاتم النبیین (یعنی سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے)"۔ حضور ﷺ کا یہ اعزاز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ باغ نبوت کے آخری پھول ہیں جن کی نبوت تا ابد قائم و دائم رہے گی۔ خاتم النبین کے معنی خود سرور کائنات ﷺ نے اپنی ایک حدیث پاک میں یوں بیان فرمائے ہیں۔ انا خاتم النبين لانبي بعدي۔ "میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا"۔ (بخاری و مسلم)۔ یوں تو سرور کائنات ﷺ سے قبل دنیا میں نبوت کا ایک طویل سلسلہ جاری رہا اور بڑے بڑے اولوالعزم اور برگزیدہ پیغمبر تشریف لائے لیکن آپ ﷺ کے اعزاز و اکرام کی بات سب سے نرالی اور جداگانہ ہے۔ آپ ﷺ نہ صرف صاحب کتاب تھے بلکہ ایسی کتاب کو ساتھ لائے جو ساری انسانیت کے لیے رب کائنات کا آخری صحیفہ تھی اور اسی پر اکتفا نہیں ہوا بلکہ آپ ﷺ خاتم النبین کا خطاب لے کر بھی آئے۔ چنانچہ ان حقائق سے واضح ہوا کہ آپ ﷺ سے قبل آنے والے تمام رسول اپنے اپنے عہد، اپنی اپنی قوم اور اپنے اپنے علاقے کے لیے تھے لیکن حضور نبی کریم ﷺ قیامت تک آنے والی ہر قوم ہر زمانے اور ہر علاقے کے لوگوں کے لیے پیغمبر بن کر تشریف لائے یہ آپ ﷺ کا وہ عالی قدر اعزاز ہے جس پر کائنات کی تمام جلوہ آفرینیاں قربان کرنے کو جی چاہتا ہے۔ آپ ﷺ کی اس صفت خاص کا مختلف انداز سے قرآن مجید میں بار بار اعلان ہوا کہیں فرمایا گیا، وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ (سبا : ۲۸) "اور (اے رسول ﷺ) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور (اعمال بد سے) ڈرانے والا ہی بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے"۔ کہیں ارشاد فرمایا گیا: قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعًا (الاعراف : ۱۵۸)۔ "(اے رسول ﷺ) آپ فرما دیں اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں"۔ اور کہیں فرمایا: وَ اَرۡسَلۡنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوۡلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا ۝ (النساء : ۷۹) — "اور (اے محبوب ﷺ) ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور (آپ کی رسالت پر) اللہ گواہی میں کافی ہے"۔

رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت

ہندوؤں کی مقدس کتابوں کے آئینہ میں

محمد اختر ضیاء

یہ رسالت محمدی ﷺ کی عظمت ہے کہ جسے اپنے ہی نہیں بیگانے بھی تسلیم کر رہے ہیں۔ علم و فکر اور تحقیق وجستجو کے دائرے جس قدر وسعت اختیار کر رہے ہیں ساتھ ساتھ رسالت محمدی ﷺ کی صداقت سب پہ عیاں ہوتی جا رہی ہے۔ برصغیر پاک وہند تو صدیوں سے اسلام کا وطن رہا ہے یہاں کے غیر مسلموں کو بہت قریب سے اسلام اور پیغمبر اسلام کی سیرت کے مطالعہ کا موقع ملا لیکن یورپ کے مذہبی مفاد پرست طبقے نے اسلام کے متعلق نہ صرف لوگوں کو ناواقف رکھا بلکہ یورپ کے عوام میں حضور ﷺ کے خلاف بغض و عناد کی جڑیں گہری کرنے میں پورا زور صرف کر دیا۔ اور مختلف پہلوؤں سے آپ ﷺ کی ذات کو سب سے زیادہ ہدف تنقید بنایا۔ بقول رائے سٹن پائک "غالباً دنیا میں سب سے زیادہ جو ہستی بے بنیاد اتہامات کا نشانہ بنی وہ حضرت محمد ﷺ ہیں"۔

تاہم ان کی یہ کوشش اس وقت تک کامیاب رہی جب تک یورپ میں علم کی روشنی نہیں پہنچی تھی جب علم کلیساؤں کے تنگ و تاریک حجروں اور تنگ نظر عیسائی علماء کے ہاتھوں سے آزاد ہوا تو یورپ کے لوگوں میں بھی رسول کریم ﷺ کی سیرت کے بے لاگ مطالعے کا شوق بیدار ہوا۔ رسول اکرم ﷺ کی شخصیت، آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ اور آپ ﷺ کی رسالت کی عظمت ایسے حقائق ہیں جن کا علم ہونے پر کوئی غیر مسلم بھی اپنے تعصبات میں قید نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ جب انیسویں صدی میں سیاسی اور مذہبی مفاد پرستیوں سے ہٹ کر علمی سطح پر مغربی یورپ کا رابطہ اسلام سے ہوا تو حضور ﷺ کی عظمت کے اعتراف، اور آپ ﷺ کی ذات سے عقیدت کے اظہار کے جذبے نے یہاں کے علماء کی تحریروں کو بھی تعصبات کی زنجیروں سے رہائی دلا دی۔

مغربی مفکرین کی آراء کو اگر اکٹھا کیا جائے تو نبی اکرم ﷺ کی رسالت، شخصیت اور کردار کے متعلق بے شمار ضخیم کتابیں ترتیب دی جا سکتی ہیں تاہم ہمارا موضوع صرف ہندوؤں کی مقدس کتب اور بعض ہندو مفکرین کی تحقیق کے آئینے میں رسالت محمدی ﷺ کو پیش کرنا ہے، ان میں سے چند اقتباسات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ہندوؤں کی مقدس کتاب "اتھروید کھنڈ" میں یہ بات درج ہے۔ "اے لوگو! کان کھول کر سن لو محمد لوگوں میں مبعوث ہوگا اس کی بلند و بالا حیثیت آسمانوں کو چھو لے گی"۔ (اتھروید کھنڈ، ۲۰)

۲۔ ایک دوسری کتاب شلوک میں درج ہے "ایک بدیسی رسول اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئے گا اس کا نام محمد ﷺ ہوگا"۔ (شلوک، ۵: ۸)

۳۔ پھر حضور ﷺ کے وسیلہ کے متعلق ایک کتاب اسکنڈ میں درج ہے۔ "اس کے دن جاری رہنے تک جو کوئی

خدا تک پہنچنا چاہے گا بغیر محمد ﷺ کے وسیلہ کے پار نہ ہو گا"۔ (اسکنڈ - ۱۲)۔ حال ہی میں انڈیا سے ہندو پروفیسر وید پرکاش کی نادر تحقیق کلکی اوتار (ساری کائنات کا راہبر یا پیمبر) کے نام سے منظر عام پر آئی ہے جو رسالت محمدی ﷺ کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں وہ لکھتے ہیں:

"ہندومت اور ہندوؤں کی جن اہم کتابوں میں رہبر اور راہنما کا ذکر "کلکی اوتار" کے نام سے کیا گیا ہے وہ درحقیقت عربستان کے محمد ﷺ کی ذات مبارکہ پر صادق آتا ہے۔ اس لیے ساری دنیا کے ہندوؤں کو چاہیے کہ وہ مزید کسی انکار کی تکلیف نہ کریں بلکہ اس ہستی "کلکی اوتار" یعنی پیغمبر اسلام پر ایمان لے آئیں"۔ مصنف نے مزید لکھا ہے کہ یہ انتظار ایسا ہے جو کہ قیامت تک ختم ہونے والا نہیں ہے کیونکہ یہ جس اعلیٰ ہستی کا انتظار کر رہے ہیں اس مقدس ہستی کا ظہور اس دنیا میں ہو چکا ہے۔ اور وہ اپنا کام مکمل کر کے چودہ سو سال قبل اس دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں۔ پنڈت وید پرکاش اپنی اس تحریر کے ثبوت کے لیے ہندوؤں کی مقدس کتاب "وید" سے دلیل نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

۱۔ وید (ہندوؤں کی اہم اور مقدس مذہبی کتاب) میں مذکور ہے کہ "کلکی اوتار اس دنیا میں بھگوان کے آخری پیغمبر ہونگے جو ساری دنیا کی راہنمائی کرنے کے لیے بھیجے جائیں گے"۔ اس حوالہ کو نقل کرنے کے بعد پنڈت صاحب لکھتے ہیں کہ "یہ بات صرف نبی ﷺ پر ہی صادق آتی ہے"۔

۲۔ ہندومت کی ایک پیشین گوئی کے مطابق "کلکی اوتار" (پیغمبر اسلام) ایک دیپ یعنی جزیرہ میں پیدا ہونگے، ہندومت کے کہنے کے مطابق یہ عرب کا علاقہ ہے جو کہ جزیرۃ العرب کے نام سے مشہور ہے۔

۳۔ ہندوؤں کی مقدس مذہبی کتاب میں "کلکی اوتار" کے والد کا نام "وشنو بھگت" اور والدہ کا نام "سومانت" بتایا گیا ہے۔ سنسکرت میں "وشنو" کے لفظی معنی "اللہ" ہے اور بھگت کے معنی "عبد اللہ" ہے۔ اسی طرح سنسکرت میں "سومانی" کا لفظی معنی ہو گا "امن و سلامتی" جس کو عربی میں آمنہ کہتے ہیں جبکہ آپ ﷺ کے والد ماجد کا نام عبد اللہ اور والدہ ماجدہ کا نام آمنہ ہے۔

۴۔ ہندوؤں کی بڑی کتابوں میں مذکور ہے کہ "کلکی اوتار" کا معاش زندگی کھجور اور زیتون پر ہو گا نیز وہ سب سے بڑھ کر قول کے سچے ہونگے اور ایماندار ہونگے اسکے متعلق بھی پنڈت وید پرکاش لکھتے ہیں "یہ بات بھی محمد ﷺ کے علاوہ کسی اور پر ثابت نہیں ہوتی"۔

۵۔ وید میں لکھا ہوا ہے کہ "کلکی اوتار" اپنے علاقہ کے معزز گھرانے میں پیدا ہونگے جبکہ یہ بھی عیاں ہے کہ محمد ﷺ قریش کے معزز گھرانے میں پیدا ہوئے اور اسی قبیلہ کو مکہ میں مکمل عزت حاصل تھی۔

۶۔ "کلکی اوتار" کو بھگوان اپنے "قاصد" فرشتے کے ذریعے غار میں تعلیم دیں گے جبکہ مکہ کے محمد ﷺ ہی وہ شخص تھے کہ جن کو فرشتہ (جبریل) نے غار حرا میں تعلیم دی۔

۷۔ کلکی اوتار (نبی ﷺ) کو بھگوان (اللہ تعالیٰ) آسمانی مدد پہنچاتے رہیں گے جبکہ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی اپنے فرشتوں کے ذریعے مدد کی تھی۔

باقی صفحہ ۳۸ پر

اسوۂ حسنہ کی روشنی میں صدق کی اہمیت

پروفیسر محمد رفیق

ایمان وہ نور ہے جو کبھی من کے اندر کی شب بیداریوں میں چراغاں کرتا ہے اور کبھی من کے اندر روحانی رتجگوں میں اجالے بکھیرتا ہے صدق وصفا کے جواہر انہی شب بیداریوں اور روحانی رتجگوں کا ثمر ہیں۔

صدق کا مطلب سچائی ہے یعنی جس انسان کے قول و فعل میں تضاد نہ پایا جائے اس کو صادق کہتے ہیں گویا زبان سے جو بات نکلے دل اس کی گواہی دے۔ ظاہر اور باطن اندر اور باہر کا فرق مٹ جائے۔ اسکے متضاد کذب اور نفاق کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں کوئی بات خلاف واقعہ یا غلط بیان کرنا کذب کہلاتا ہے منافق چونکہ دل کی بات کو ظاہر نہیں ہونے دیتا اس لیے قول و فعل کے تضاد کے باعث نفاق بھی صدیق کے متضاد صفت ٹھہری اسی لیے صدیق اسے کہتے ہیں جس کا عمل اسکے قول کی تصدیق کرے۔

صدق کی اہمیت:۔ صدق تمام اخلاقی خوبیوں کی جڑ ہے سچائی کو اختیار کرلینے سے انسان بہت سی دیگر اخلاقی برائیوں سے بچ جاتا ہے جو محض جھوٹ کے سہارے اختیار کرلیتا ہے سچے اور راست باز آدمی کو معاشرے میں ایک باوقار مقام حاصل ہوتا ہے لوگ اس کا اعتبار کرتے ہیں۔ خود نبی اکرم ﷺ اعلان نبوت سے قبل معاشرے میں صادق اور امین کے لقب سے مشہور تھے۔ اور اعلان نبوت کے وقت اپنی نبوت کی تصدیق کا مطالبہ انہیں بنیادی اخلاقی خوبیوں کو دلیل بناکر کیا تھا صدق و سچائی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں فرمایا وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا "اور اللہ سے بات میں زیادہ سچا کون ہے"۔ (النساء ۴: ۸۷) ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ اے نبی ہمارے صدق کا اعلان کر دو۔ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ "فرما دیں کہ اللہ نے سچ فرمایا ہے"۔ (آل عمران، ۳: ۹۵)۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ بار بار اپنے بارے میں اعلان کرتا ہے کہ وہ سچا ہے اور اس کے سارے وعدے سچے ہیں ایسا نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے قول سے پھر جائے نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ فرمایا وَاِنَّا لَصَادِقُوْنَ "اور یقیناً ہم سچے ہیں"۔ (الانعام، ۶: ۱۴۶)۔

صدق کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی صفات میں ایک نمایاں صفت کے طور پر بیان کیا ہے کیونکہ راست بازی جملہ انبیاء علیہم السلام کا شیوہ رہا ہے۔ ایک جھوٹ بھی ثابت ہوجاتا تو کوئی ان کی بات سننے کے لیے تیار نہ ہوتا۔

اسلامی انقلاب بپا کرنے کے دعویداروں کو اس امر کی جانب خصوصی توجہ کرنے کی ضرورت ہے اگر لوگ متوجہ نہیں ہو رہے تو اپنے طرز عمل کا جائزہ لینا چاہئے کہیں کذب کی پرچھائیاں تو موجود نہیں۔ سچائی کی عدم موجودگی میں سارے دعوے باطل ٹھہرتے ہیں اور ساری دلیلیں رائیگاں چلی جاتی ہیں۔ پیغمبرانہ زندگی کا سب

سے اہم وصف صدق ہے اسی لیے فرمایا: وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ "پیغمبروں نے سچ کہا تھا" (یٰسین، ۳۶: ۵۲)۔ سارے ہی انبیاء سچے تھے اور چونکہ وہ علم براہ راست اللہ سے حاصل کرتے ہیں اس لیے جھوٹ اور غلطی کا امکان بھی نہیں ہوسکتا، اس حوالے سے بعض انبیاء علیہم السلام کا ذکر بطور خاص کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا۔ "اور آپ اس کتاب (قرآن مجید) میں ابراہیم کا ذکر کیجئے بے شک وہ بڑے صاحب صدق نبی تھے"۔ (مریم، ۱۹: ۴۱)۔

ان کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں بھی شہادت دی وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ۔ "اور آپ (اس) کتاب میں اسماعیل کا ذکر کریں بے شک وہ وعدہ کے سچے تھے"۔ (مریم، ۱۹: ۵۴) اسی طرح حضرت ادریس علیہ السلام کو صفت صدق سے متصف فرمایا: وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا۔ "اور (اس) کتاب میں ادریس کا ذکر کیجئے بے شک وہ بڑے صاحب صدق نبی تھے" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم کے بارے میں فرمایا:

وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ "اور ان کی والدہ بڑی صاحب صدق (ولیہ)" (المائدہ، ۵: ۷۵) عمدہ صفات کا جہاں کہیں تذکرہ فرمایا ان میں صدق کا ذکر ضرور فرمایا۔ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ۔ "بے شک مسلمان مرد مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور صادق مرد اور صادق عورتیں"۔ (الاحزاب، ۳۳: ۳۵)۔

سچائی کا اجر: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سچوں کو انکے صدق کا اجر عطا فرمائے گا۔ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ۔ "تاکہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا صلہ دے"۔ (الاحزاب، ۳۳: ۲۴)۔ سچائی قیامت کے دن بہت فائدہ مند ثابت ہوگی۔ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ "یہ ایسا دن ہے (جس میں) سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا"۔ (المائدہ، ۵: ۱۱۹) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ دنیا میں سچے لوگوں کا ساتھ دو اسطرح تم برائیوں سے محفوظ رہو گے اور اللہ کی نگاہ میں تمہاری قدر و منزلت میں بھی اضافہ ہوجائے گا۔ اِتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔ (التوبہ، ۹: ۱۱۹)۔ "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اہل صدق (کی معیت) میں شامل رہو"۔ سچ پر قائم رہنے کا دنیا میں بھی بدلہ مل جاتا ہے اور آدمی بہت سی برائیوں سے بچ جاتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ میں چار بری خصلتیں ہیں ایک یہ کہ بدکار ہوں دوسرے چوری کرتا ہوں تیسرے شراب پیتا ہوں اور چوتھے یہ کہ جھوٹ بولتا ہوں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ اس نے وعدہ کر لیا کہ جھوٹ نہیں بولے گا۔ جب رات ہوئی تو اس کا شراب پینے کو جی چاہا اور ساتھ ہی بدکاری کا ارادہ کیا لیکن خیال آیا کہ اب تو سچ بولنے کا وعدہ کر آیا ہوں اگر صبح حضور علیہ السلام نے پوچھا کہ شراب پی، بدکاری کی۔ اگر تو اقرار کیا تو کوڑے لگیں گے یا سنگسار کر دیا جاؤں گا اگر جھوٹ بولا تو وعدہ خلافی ہوگی۔ اس لیے خاموش ہوگیا رات زیادہ گزری تو چوری کے لیے نکلنے لگا پھر خیال دامنگیر ہوا کہ چوری کا پوچھ لیا تو کیا ہوگا اس طرح اس گناہ سے بھی باز آگیا صبح حاضر خدمت

ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ جھوٹ کی عادت چھوڑنے کے باعث باقی ساری بری عادتیں بھی چھوٹ گئی ہیں یہ سن کر رسول اکرم ﷺ بہت خوش ہوئے۔ ایک اور حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

"سچ بولنا نیکی کا راستہ ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے آدمی سچ بولتے بولتے صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ برائی کا راستہ ہے اور برائی دوزخ میں لے جاتی ہے آدمی جھوٹ بولتے بولتے اللہ کے ہاں جھوٹا لکھا جاتا ہے"۔ (صحیح بخاری کتاب، ۲: ۹۰۰)۔

صدق سچے مومن کی نشانی:۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زبان سے اگر کوئی شخص ایمان کا اقرار بھی کرے لیکن سچے دل سے تسلیم نہ کرے تو وہ حقیقی مومن نہیں ہوسکتا اس کی زبان کا سچ بھی ناقابل اعتبار ٹھہرتا ہے لہٰذا دل کی سچائی بہت اہم چیز ہے جیسا کہ منافق خود بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر ایمان کا اقرار کرتے تھے لیکن دلی طور پر آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق نہ کرتے تھے اس لیے فرمایا وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ۔ "اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں"۔ (المنافقون، ۶۳: ۱)۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص میں چار خصلتیں ہوں وہ پکا منافق ہے۔ إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔

"جب اس کے سپرد امانت کی جائے تو اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب جھگڑا کرے تو حق کے خلاف کہے"۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان، ۱: ۱۰)۔ جب جھوٹ منافقت کی علامت ہے تو سچ خود بخود ایمان کی علامت جس کے بغیر ایمان معتبر نہ ٹھہرا۔

مومن میں دیگر کمزوریاں پائی جاسکتی ہیں لیکن کذب کا وجود نہیں پایا جاسکتا یعنی صحت ایمان کے لیے صدق کا ہونا ضروری ہے صدق مفقود ہوا تو ایمان خطرے میں پڑ گیا یعنی ایمان اور جھوٹ ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔

"ایک شخص نے سوال کیا کہ مسلمان نامرد ہوسکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہوسکتا ہے اس نے پوچھا کیا مسلمان بخیل ہوسکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں ہوسکتا ہے اس نے پوچھا کیا مسلمان جھوٹا ہوسکتا ہے آپ نے فرمایا ہرگز نہیں"۔ (موطا امام مالک باب ماجاء فی الصدق، ۷۳۲)۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا يُؤْمِنُ الْعَبْدُ الْإِيمَانَ كُلَّهُ حَتَّى يَتْرُكَ الْكَذِبَ مِنَ الْمُزَاحِ وَيَتْرُكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ صَادِقًا۔ (مسند احمد بن حنبل، ۲: ۳۵۲)۔ "کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوگا جب تک کہ وہ جھوٹ کو ہر طرح سے نہ چھوڑ دے یہاں تک کہ مذاق اور جھگڑے میں بھی اگرچہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو"۔

حدیث کا مفہوم ہے کہ قیامت کے دن ایک عالم، ایک شہید اور ایک دولت مند پیش کیا جائے گا ہر کوئی اپنی جانثاری کا ذکر کرے گا ان سے کہا جائے گا کہ تم پر سب کچھ اپنی لذت کے لیے کرتے تھے گویا قول و فعل اور دل و زبان کا تضاد تھا یعنی اپنے فعل میں سچے نہ تھے اس لیے سزا پائیں گے"۔ (جامع ترمذی، ۲: ۶۱)۔

صادقین کون ہیں: اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے سچے لوگوں کی نشانیاں بتاکر ان کی پہچان بھی کرا دی ہے تاکہ عامۃ المسلمین جھوٹوں سے دھوکا نہ کھائیں۔ ارشاد فرمایا "اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نہ اتری پھر جب کوئی واضح سورت اترتی ہے اور اس میں جہاد کا ذکر ہوتا ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ

جن کے دل میں بیماری ہے وہ آپ کی طرف ایسے دیکھتے ہیں جیسے وہ تکتا ہے جس پر موت کی بے ہوشی طاری ہو ان کے لیے خرابی ہے۔ مومن کا کام تو بس اللہ اور رسول ﷺ کا حکم ماننا اور اچھی بات کہنا ہے اور جب نتیجا ہوجائے تو اللہ سے سچے رہتے تو ان کے لیے بہتر تھا"۔ (محمد، ۴۷:۲۰-۲۱)۔

صرف زبان کا سچ ہی کفایت نہ کرے گا جب تک کہ عملاً سچ کی مثالیں پیش نہ کی جائیں۔ ایسے بھی ہوسکتا ہے ایک شخص کا ارادہ تو ٹھیک تھا لیکن موقع پر آکر کمزوری دکھا جاتے۔ سچے وہیں جو جس بات کا عہد کرلیں پورا کر دکھائیں۔ معلوم ہوا محض سچ کا ارادہ کرلینا ہی کافی نہیں اسے پورا بھی کرکے دکھایا جائے۔

سچا ہونے کی ایک نشانی جہاد میں شرکت بھی ہے اصل میں منافقین مسلمانوں کے ساتھ مفاد تو سارے حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن کوئی خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں ہوتے اس لیے جہاد میں شرکت ان پر بہت ناگوار گزرتی ہے اور بہانے بازیوں سے کام لیتے ہیں۔ فرمایا: "بے شک مومن وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر شک نہیں کرتے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں" (الحجرات، ۴۹:۱۵)۔ صادق وہ ہیں جن کا ایمان جن کے اعمال نیک اور ہر آزمائش میں پورے اترنے والے ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں اسطرح بیان کیا ہے: "نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرانے) میں خرچ کرے، اور نماز قائم کرے اور زکوۃ دے اور جب کوئی وعدہ کرے تو اپنا وعدہ پورا کرنے والے ہوں، اور سختی (تنگدستی) میں اور مصیبت (بیماری) میں اور جنگ کی شدت (جہاد) کے وقت صبر کرنے والے ہوں، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں"۔ (البقرۃ، ۲:۱۷۷)۔

ان کا حال یہ ہوجاتا ہے کہ دل کی کیفیات میں جو اتار چڑھاؤ ہوتا ہے اس سے بھی ڈر جاتے ہیں کہ کہیں صدق کی دولت سے محروم ہوکر منافقت کا شکار تو نہیں ہوگئے۔ مشہور واقعہ ہے کہ: "ایک بار حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرے انہوں نے پوچھا کیا بات ہے بولے حنظلہ منافق ہوگیا ہے۔ جب ہم رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو گویا ہم انکو اعلانیہ دیکھ لیتے ہیں لیکن جب واپس آکر بال بچوں اور دنیاوی کاموں میں مصروف ہوتے ہیں تو سب بھول جاتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہماری بھی یہی حالت ہے اب دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر واقعہ بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ حالت ہمیشہ قائم رہی تو فرشتے تمہاری مجلسوں اور خوابگاہوں میں تم سے مصافحہ کرتے یہ حالت تو کبھی کبھی پیش آتی ہے"۔ (صحیح مسلم، ۲:۳۵۵)۔

راست بازی کا نتیجہ:۔ صدیقین کا درجہ نبیوں کے بعد دوسرا آتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انعام یافتہ بندوں کے چار گروہوں کا ذکر کیا ہے اور ہم انہی چار گروہوں کے راستے پر چلنے کی ہر نماز میں دعا مانگتے ہیں۔ "اور

باقی صفحہ ۴۲ پر

استفتاء

مفتی محمد عبدالقیوم خان
صدر دارالافتاء

معاون۔ محمد تاج الدین ہاشمی

محترم جناب مفتی صاحب قرآن و سنت کی روشنی میں درج ذیل مسائل کی وضاحت فرماکر عند اللہ ماجور ہوں۔

(حاجی عبدالخالق، غلام حسین طائف سعودی عرب)۔

س ۱: کوئی شخص مسجد میں اکیلا نماز پڑھ رہا ہے فرض، سنت یا نفل ایک آدھ رکعت پڑھ چکا بھی ہو اور دوسرا آدمی جماعت کی شکل میں ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے۔ کیا پہلے والا شخص بحیثیت امام نماز مکمل کرائے گا؟

ج: اگر پہلے شخص نے دوسرے کی امامت کی نیت کرلی تو دوسرا مقتدی ہوگا ورنہ نہیں۔ نیت کرلی تو ظاہر ہے کہ پہلا امام ہی ہوگا۔ اور بحیثیت امام ہی نماز ادا کرے گا۔

س ۲: نماز باجماعت ہو رہی ہو اور ایک دو رکعت ادا ہو چکی ہو تو مقتدی باقی نماز کس ترتیب سے پڑھے گا؟

ج: جو رکعت فوت ہو چکی، امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہو کر اسی کو ادا کرے۔ مثلاً ایک رہ گئی تو ظاہر ہے وہ پہلی ہے لہٰذا کھڑے ہو کر اسی طرح ادا کرے جیسے پہلی رکعت پڑھتے ہیں۔ دو رہ گئیں تو ظاہر ہے کہ پہلی دو رہ گئیں ہوں گی کھڑے ہو کر اسی ترتیب سے دو ادا کرے گا۔ مثلاً پہلے پہلی پھر دوسری۔ چار رکعت میں ایک ملی ہے تو ظاہر ہے وہ چوتھی ہے لہٰذا کھڑے ہو کر پہلی رکعت ادا کرے۔ تعداد دو ہوگی ایک پہلی ایک چوتھی، بیٹھ کر تشہد پڑھے۔ پھر کھڑے ہو کر دوسری رکعت پڑھے جیسے دوسری پڑھی جاتی ہے، پھر تیسری پڑھے جیسے تیسری پڑھی جاتی ہے۔ اور تشہد پڑھ کر سلام پھیرلے۔

س ۳: کیا ظہر، مغرب اور عشاء کے نوافل بیٹھ کر پڑھنا سنت ہے؟

ج: جی ہاں نوافل بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے۔ عام حالات میں تکلیف یا کمزوری ہو تو ہر نماز بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔

س ۴: کیا تہجد کے لیے اذان مشروع ہے جیسا کہ سعودی عرب کی مساجد میں ہوتا ہے؟

ج: تہجد کی نماز کے لیے اذان مشروع و مستحب ہے جہاں ہوتی ہے بہتر ہے جہاں نہیں ہوتی، ہونی چاہیے۔

س ۵: کیا عوام الناس کی بہتری کے لیے مسجد کے سپیکر کو آن کر کے قرآن حکیم کی تلاوت مع ترجمہ سنایا جاسکتا ہے اور دوران تلاوت سجدہ والی آیت سننے پر مسجد میں حاضر اور دوسرے سامعین پر سجدہ تلاوت واجب ہو جائے گا؟، نیز ہمارے لیے قاری شاکر قاسمی صاحب کی آڈیو کیسٹ بمع ترجمہ موزوں رہے گا یا آپ کوئی تجویز فرمادیں شکریہ؟ مسجد کا اسپیکر آن کر کے امام جماعت کرائے تو کوئی کراہت تو نہیں؟

ج. اگر وقت مناسب اور مختصر ہو اور لاؤڈ سپیکر کی آواز بھی مناسب ہو تو تلاوت و ترجمہ مسجد کا سپیکر ہو یا کسی اور کا سنانا بہتر ہے۔ کار ثواب ہے۔ یہ خیال رہے کہ رات سونے کا وقت نہ ہو، قرب و جوار میں ہسپتال اور درسگاہ نہ ہو تاکہ لوگ پریشان نہ ہوں۔ قاری غلام رسول، قاری خوشی محمد الازہری یا قاری سید صداقت کی آواز میں تلاوت اور ترجمہ مولانا احمد رضا خان قادری یا پیر محمد کرم شاہ الازہری یا پروفیسر طاہر القادری یا مولانا بلگرامی وغیرہ کا ہو تو مناسب تر رہے گا۔ آیت سجدہ جو پڑھے گا یا سنے گا اس پر سجدہ تلاوت فرض ہو جائے گا۔

اگر نمازی زیادہ ہیں اور سب تک آواز پہنچانی مقصود ہے تاکہ جماعت میں نظم رہے تو سپیکر جائز ہے۔ اتنی آواز رکھیں جتنی مقتدیوں کو درکار ہے۔ محض دوسرے لوگوں کو بتانا مقصود ہے کہ جماعت کھڑی ہوگئی ہے تو اس کے لیے تثویب کریں۔ یعنی سپیکر پر درود وسلام پڑھیں اور وقت بتا دیں تاکہ لوگ نماز کی طرف متوجہ ہوں اور باقی مصروفیات چھوڑ کر نماز باجماعت ادا کریں۔ علمائے متأخرین نے تثویب کو مستحب کہا ہے یعنی بہتر۔ یہ جو بعض مساجد میں بے ہنگم لاؤڈ سپیکر استعمال ہوتا ہے اور مختلف عنوانات سے پیسے مانگے جاتے ہیں اور طرح طرح کی آوازیں نکالی جاتی ہیں ان سے لوگ پریشان اور اسلام بدنام ہوتا ہے۔ یہ جائز نہیں۔

س ۶۔ یہاں سعودیہ میں مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان ٹھیک دس منٹ کا وقفہ ہوتا ہے اس دوران نفل تحیۃ المسجد پڑھے جاسکتے ہیں کیا؟

ج: نماز مغرب سے پہلے اذان کے بعد دو نفل پڑھنا جائز بلکہ مستحب ہے۔

س ۷: بعض لوگ جمعۃ المبارک کی پہلی اذان سے لے کر خطبہ شروع ہونے تک لڈو کھیلتے ہیں کیا یہ عمل درست ہے؟ منع کرنے پر وہ لوگ دلیل مانگتے ہیں۔ تحریک منہاج القرآن کے وابستگان کے لیے کیا حکم ہے؟

ج: اذان سن کر تمام کاروبار بند کر دینے چاہئیں اور مسجد کی طرف چل پڑنا چاہیے۔ البتہ خطیبوں کو بھی چاہیے کہ خطاب میں قرآن وحدیث سنایا کریں اور لوگوں کی دینی ضرورتوں کا لحاظ رکھا کریں، بے مغز جاہلانہ اور موسیقارانہ تقریروں سے جاہل شہدوں کے سوا کوئی بھی خوش نہیں ہوتا۔ اگر دین کے بنیادی ماخذ قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ وغیرہ کا مطالعہ کر کے لوگوں کی ضرورت کے مطابق پیارے اور نرم لہجے میں تمیز سے، حکمت سے تقریر کریں تو لوگ لڈو چھوڑ کر تقریر سننے آجائیں۔ ہمیں اپنا طرز تبلیغ بدلنا چاہیے۔ علمی دَور ہے۔ علمی و عملی باتیں پیش کریں۔ (i) اگر لڈو اور تاش پر پیسے نہ لگائیں۔ (ii) ان میں اتنا انہماک نہ ہو کہ فرائض و واجبات ترک ہوں، کاروبار اور ملازمت رہ جائے، گھریلو مسائل بھول جائیں، تو یہ کھیلیں جائز ہیں، ورنہ حرام۔ جیسے کھانا پینا لازم ہے مگر ایک حد سے آگے وہ بھی حرام ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ نماز روزہ عبادت ہیں مگر حد سے بڑھ جائیں تو حرام۔ اسلام ہر چیز میں اعتدال کی تعلیم دیتا ہے۔ ہمارے ممبر ہوں یا نہ ہوں شرعی حکم سب کے لیے برابر ہے۔

س ۸: کیا مسجد کے اندر مصافحہ و معانقہ جائز ہے؟

ج : جیسے مسجد سے باہر مصافحہ و معانقہ سُنّت ہے اسی طرح مسجد کے اندر بھی سنت ہے۔

س ۹ : اگر کوئی شخص زکوٰۃ کا مکمل نصاب خاص کر سونے کے ایک یا دو نصاب کا مالک ہے اور چند سال ادا نہیں کرتا۔ مکمل نصاب سے بھی نہیں دیتا ایسے اندازے سے دے دیتا ہے کیا یہ جائز ہے؟ اس پر کیا گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ بھی لازمی ہے؟ نیز جہیز کے سامان پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

ج : اندازے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ کل نصاب سے ہر سال حساب کر کے زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ اگر چند سال کی ادا نہیں تو جلد از جلد اس کا اہتمام کرے زندگی کا کیا بھروسہ؟ جہیز کے سامان پر زکوٰۃ نہیں کہ یہ گھریلو استعمال کے لیے ہوتا ہے،۔ ہاں اس مال کو تجارت بنالیں تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ مگر ایسا کوئی نہیں کرتا۔

س ۱۰۔ کیا میں اپنی اور دوسرے ساتھیوں کی زکوۃ وصدقات اکٹھے کر کے مدرسہ قائم کر سکتا ہوں؟

ج : کر سکتے ہیں۔

س ۱۱ : حج بدل کے متعلق عرض یہ ہے کہ ایک شخص جو کہ پاکستان میں مقیم ہے وہ بعض وجوہات کی بناء پر یہاں حج کے لیے نہیں آسکتا وہ مجھے کہتا ہے کہ تم میری طرف سے (حج بدل) کر لو جتنا خرچہ آئے گا میں دوں گا ویسے میں اپنا فرض حج ادا کر چکا ہوں۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کیا وہ شخص اپنے حج (بدل) کی ادائیگی کے لیے پاکستان سے ہی متبادل شخص بھیجے یا کہ میں بھی اس کی جگہ حج بدل کر سکتا ہوں؟ میں کروں گا تو اس کا خرچ جو کہ اس سے ہوائی جہاز پر آنے جانے پر خرچ ہو گا وہ بچ جائے گا؟ وہاں سے کوئی شخص آئے گا تو اس پر خرچ زیادہ ہو گا۔ وضاحت فرما دیں۔

ج : حج بدل یہی ہے کہ کسی اور کی طرف سے حج کیا جائے۔ خرچ کم ہو یا زائد، کرنے والا دے گا۔ پاکستان سے کسی کو بھیجتا ہے یا آپ سے کرواتا ہے یہ اس کی مرضی ہے۔ ہر طرح ہو سکتا ہے۔

س ۱۲ : خواب میں دیدار مصطفیٰ ﷺ کے لیے کوئی وظیفہ بتائیں؟

ج : حضور نبی اکرم ﷺ کی سچی محبت اور اطاعت، رزق حلال، حرام سے پرہیز، کثرت سے درود وسلام، سراپائے اقدس یعنی حلیہ مبارک کا ہر وقت تصوّر، غسل کر کے خوشبو لگا کے، صاف لباس پہن کے۔ بعد نماز عشاء یہی تصوّر جما کر اللہ سے دعا کریں اور درود و سلام پڑھتے پڑھتے سو جائیں۔ الصلوٰۃ و السّلام علیك یا رسول اللہ وعلی آلك و اصحابك یا سیّدي یا حبیب اللہ۔ مسلسل عمل کرتے رہیں۔ انشاء اللہ ضرور کرم ہو گا۔

س ۱۳ : آدمی باقاعدگی سے داڑھی منڈواتا ہو اور دعوٰی بھی عاشق مصطفیٰ ﷺ ہونے کا کرے جبکہ عاشق کو تو اپنے محبوب کی ہر ادا پسند ہوتی ہے۔ کیا یہ داڑھی کو اہمیت نہ دینے والے عاشق رسول ﷺ کہنے کے قابل ہیں؟

ج : دعا کریں اللہ تعالیٰ دعوے اور نام کی بجائے سچے عاشقان مصطفیٰ ﷺ بنائے۔

س ۱۴ : ایسی جائے نماز جس پر بیت اللہ یا مسجد نبوی کی تصویر بنی ہوئی ہو اس پر بیٹھنا یا کرسی پر اس کو بچھا کر ٹیک لگا کر بیٹھنا جائز ہے؟ یا پھر خلاف ادب و احترام ہے؟

ج : جائز ہے البتہ جتنا ادب کریں خوش نصیب ہے ۔

س ۱۵ : کیا کوئی شخص حالت جنابت میں کوئی چیز کھا پی سکتا ہے ؟ اور یا اللہ اور کوئی اسمائے حسنہ یا دعائیہ کلمات ادا کر سکتا ہے ؟ ۔

ج : جتنا ممکن ہو جلدی غسل کر لینا چاہیے ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس گھر میں جنبی ہو رحمت کا فرشتہ نہیں آتا ۔ البتہ روزہ رکھنا ہے ، سحری کا وقت ہے نہانے سے کھانا رہ جائے گا تو وقت کی کمی کے پیش نظر ہاتھ دھو کر کلی کر کے سحری کھا سکتے ہیں ۔ بعد میں غسل کر لیں ۔ جنبی آدمی تلاوت قرآن نہیں کر سکتا ۔ قرآن کریم کو ہاتھ یا جسم نہیں لگا سکتا ۔ قرآن کریم کو پکڑنا ہو تو صاف کپڑے سے پکڑے ۔ اسمائے حسنہ کا وِرد کر سکتا ہے ۔ دعائیہ کلمات ادا کر سکتا ہے ۔ نماز تلاوت یا مسجد میں داخل منع ہے ۔

س ۱۶ : میت کو دفن کرنے سے پہلے برائے ایصال ثواب فاتحہ خوانی جائز ہے ؟ بہتر طریقہ بعد از دفن یا قبل از دفن قرآنی خوانی ہے ؟

ج : میت کے لیے جب چاہیں ایصال ثواب اور دعائے مغفرت و بلندی درجات کر سکتے ہیں ۔ خواہ دفن سے پہلے خواہ بعد ۔ ہمارے یہاں بعض علاقوں میں دفن سے پہلے دعائے مغفرت معیوب سمجھی جاتی ہے حالانکہ یہ غلط ہے ۔

س ۱۷ : میت کو دفنانے کے بعد مسلسل چالیس روز تک گھر میں چٹائی بچھا کر سوگوار رہنا جائز ہے کہ نہیں ، سنت طریقہ کیا ہے ؟ اور یہ چوتھا یا تیجہ اور پانچ جمعراتیں مشروع ہیں کیا نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانے میں یہ عمل کیا جاتا رہا ؟

ج : چالیس دن تک چٹائی بچھا کر میت کے گھر بیٹھنا ضروری نہیں ۔ ہاں لوگ تعزیت یا فاتحہ خوانی کے لیے آئیں اور چٹائی بچھانے کی ضرورت پڑ جائے تو جب ضرورت پڑے بچھا سکتے ہیں ۔ لیکن مستقل ڈیرہ لگانا اور اہل خانہ کو مصیبت میں ڈالنا اور ان پر مالی بوجھ ڈالنا ان کی پریشانیوں میں اضافہ کرنا ہے ، جو ظلم ہے ۔ تیجا ، ساتواں چالیسواں کوئی شرعی حکم نہیں ۔ اصل ایصال ثواب اور گھر والوں سے تعزیت کرنا اور ان کے غم میں شریک ہونا مقصود ہے ۔ یہ دنوں کا تعین آنے والوں اور اہل خانہ کی سہولت کی خاطر ہوتا ہے ۔ جائز کام جائز ہے خواہ وہ کسی دور میں ہو ۔ بات کسی دور کی نہیں شرعی اصولوں کی ہے ۔ شرعی اصولوں کے خلاف ہو تو ناجائز ہے خواہ اُس دور میں ہو اور اصول شرعی کے خلاف نہ ہو تو جائز ہے خواہ اِس دور میں ہو ۔

س ۱۸ : کیا میں اپنی نفلی نماز اور روزے کا ثواب اپنی والدہ کو دے سکتا ہوں کیونکہ میری والدہ نے کافی عرصہ نماز و روزے نہیں رکھے ۔ اسی طرح حرمین شریفین میں ادا کیے گئے نفلی اعمال کا ثواب بھی والدہ کو دے سکتا ہوں ؟

ج : ہر نیکی کا ثواب اپنے والدین یا کسی اور میت کو دے سکتے ہیں ۔

س ۱۹ : دس محرم الحرام کی شام کو قبروں کو درست کرانا اور خود درست کرنا اور مغرب سے پہلے شربت بنا کر بچوں میں تقسیم کرنا مشروع ہے یا بدعت ؟

ج : قبروں کو درست کرنا بہتر و مستحب ہے ۔ شربت پلانا یا کھانا کھلانا نیکی ہے ۔ بچے کھائیں پئیں یا بڑے ۔ دس محرم

Scanned with CamScanner

ہو یا نویں یا کوئی اور تاریخ اور دن۔ اچھا کام اچھا ہے جب کیا جائے۔ کارِ ثواب ہے اور بدعت کہنے والے خود بدعتی ہیں کہ شرعاً اچھے کام کو برا کہنے اور منع کرتے ہیں۔ صبح ہو یا شام جائز ہے۔

س ۲۰: زیرِ ناف بالوں کو کتنے دنوں کے بعد صاف کرنا ضروری ہے کیا بال صفا کریم مرد استعمال کرسکتا ہے اور لازمی حد کیا ہے؟

ج: موئے زیر ناف ہفتہ میں ایک بار مونڈنا مستحب یعنی بہتر ہے۔ چند دن آگے پیچھے ہو جائے تو بھی جائز ہے۔ چالیس دن سے زائد نہ چاہیے کہ ممنوع و مکروہ ہے۔ عورت کے لیے اکھیڑنا سنت ہے۔ یہی حال بغل کے بالوں کا ہے۔ کریم سے صاف کرنا بھی جائز ہے۔ موئے زیر ناف، ناف سے نیچے اور رانوں سے اوپر ہوتے ہیں، حد بندی قدرتی طور پر محسوس ہو جاتی ہے۔

س ۲۱: عام باریک جرابیں پہنی ہوں تو کیا ان پر وضو کرنے کے بعد مسح کیا جاسکتا ہے؟

ج: عام جرابوں پر مسح جائز نہیں صرف ان پر جائز ہے جن پر چمڑا یا رکسین وغیرہ کے دبیز موزے بنے ہوں۔

س ۲۲: کیا بائیں ہاتھ میں انگوٹھی اور نگینہ وغیرہ پہنا جاسکتا ہے؟

ج: پہن سکتے ہیں چاندی کی انگوٹھی جو ساڑھے چار ماشہ سے زائد نہ ہو۔

س ۲۳: اسلام میں کن کھیلوں پر پابندی ہے؟

ج: ہر وہ کھیل جس میں جسمانی یا روحانی فائدہ نہ ہو۔ وقت اور پیسہ اور قوت ضائع ہو۔ جن میں جوا ہو اخلاق تباہ ہو، حرام ہے۔

س ۲۴: کھانے کھاتے وقت سلام کا جواب دینا چاہیے یا نہیں اور دوران کھانا دینی و دنیاوی باتیں کرنا جائز ہے۔ کن حالتوں میں سلام کا جواب نہیں دینا چاہیے؟ مسجد کے اندر داخل ہونے کے بعد منتظر جماعت نمازیوں کو سلام کرنا صحیح ہے کیا؟

ج: سلام کا جواب دے سکتے ہیں۔ کھانہ کھاتے وقت ضرورت کے بغیر باتیں نہ کریں۔ جی ہاں مسجد ہو یا کوئی اور مجلس آنے والوں کو باآواز بلند سلام کرنا چاہیے۔

س ۲۵: دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے کے اندر ڈال کر سر پر رکھنا شرعاً کیسا ہے؟

ج: کوئی شرعی ممانعت نہیں ویسے اچھا نہیں لگتا۔

س ۲۶: اگر راستے میں کوئی چیز سونا وغیرہ ملے تو کیا اسے اپنے استعمال میں لایا جاسکتا ہے یا پھر اس کا صحیح مصرف کیا ہے؟

ج: راستے میں گری پڑی چیز اس نیت سے اٹھائیں کہ اس کا مناسب طریقہ سے اعلان کرنا ہے۔ سال بھر اعلان کے باوجود، مالک نہ ملے تو صدقہ کردے، اگر خود غریب ہے تو اپنے استعمال میں بھی لاسکتا ہے۔

س ۲۷: سنا ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان سونے والے شخص پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں کیا درست ہے؟

ج: ایسی کوئی بات نہیں سونا جائز ہے بشرطیکہ نماز باجماعت ادا کرے۔

Scanned with CamScanner

س ۲۸: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ جنتی دنبہ (بطور قربانی) ذبح کیا تھا اس کا گوشت کس نے کھایا تھا اور کیا اس وقت بھی گوشت کو تین حصوں میں منقسم کیا جاتا تھا؟

ج: اس زمانہ میں قربانی کا گوشت بلند جگہ رکھا جاتا تھا آسمان سے آگ آکر جلا دیتی تھی جو قبولیت کی نشاندہی تھی۔ کھانا جائز نہ تھا۔

س ۲۹: زید پاکستانی ایک سعودی کی دکان پر سیلز مین ہے۔ زید ہی سامان کم ہو جانے پر تاجروں سے دکان کے لیے سامان طلب کرتا ہے تو کیا زید تاجروں سے کمیشن وصول کر سکتا ہے جبکہ مالک دکان لاعلم ہو

ج: سیلزمین ملازم ہوتا ہے۔ اگر مالک نے اس پر کوئی ایسی پابندی لگا رکھی ہے اور اس نے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ کسی سودے میں کمیشن نہیں لوں گا۔ تو وہ کمیشن نہیں لے سکتا کیونکہ وعدے کی خلاف ورزی ہے۔ اگر ایسا کوئی وعدہ مالک دکان سے نہیں۔ اور اس کمیشن کے بدلے مال کی کوالٹی میں فرق نہیں آتا اور کوئی غلط بیانی و بدعہدی نہیں کرتا تو یہ کمیشن جائز ہے۔ اس کی محنت ہے۔

س ۳۰: کیا پاکستان میں کوئی ایسا بنک ہے جو سود سے پاک منافع دیتا ہو؟

ج: نفع و نقصان میں شراکت کا کھاتہ (P-L-S) ہر بنک میں ہو گا اس میں پیسہ جمع کروائیں منافع بھی ہو گا حلال بھی۔

O

بقیہ .... رسالت محمدی کی صداقت

۸۔ مزید لکھا ہوا ہے کہ "کلکی اوتار"، بہت گھڑ سوار، تیر انداز اور تلوار چلانے کے بھی ماہر ہونگے۔ اس کے متعلق پنڈت صاحب نے جو کچھ لکھا ہے قابل غور ہے لکھتے ہیں "نیز تلواروں اور گھوڑوں کا زمانہ کب کا ہی ختم ہو چکا ہے جبکہ اب جدید ہتھیار ٹینک، بندوقوں اور میزائلوں کا زمانہ ہے اس لیے اب کسی تیر یا تلوار والے "کلکی اوتار" کا انتظار کرنا بڑی بے وقوفی ہے حقیقت یہ ہے کہ آسمانی کتاب "قرآن مجید" والے محمد ﷺ ہی اصل میں کلکی اوتار (پیغمبر عالم ﷺ) ہیں جن کا تذکرہ ہماری کتابوں میں موجود ہے۔ (کلکی اوتار پروفیسر وید پرکاش انڈیا)۔

یہ تھے چند اقتباسات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم بھی رسول کریم ﷺ کی سیرت کا بے تعصبی سے مطالعہ کرتا ہے تو بے ساختہ آپ ﷺ کی عظمت کا اقرار کرنے لگتا ہے۔ ماضی قریب میں غیر مسلم سیرت نگاروں میں جس طرح اضافہ ہوا ہے اور جوں جوں سیاسی اور مذہبی مفادات کی گرد بیٹھتی جا رہی ہے اور تعصبات کی تاریکیاں کافور ہو رہی ہیں پوری دنیا میں رسول کائنات ﷺ کی سیرت اور رسالت کے ڈنکے بجتے جا رہے ہیں۔

وہ دن دور نہیں جب مذہب و ملت کی تقسیموں اور تفریقوں سے بلند ہو کر ساری دنیا رسالت محمدی ﷺ کو کسی ایک مذہب یا علاقے سے مخصوص کرنے کی بجائے ساری انسانیت کے رسول کی حیثیت سے آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا مطالعہ کرے گی اور اس عظیم پیغام کی طرف متوجہ ہو گی جس میں ساری انسانیت کی فلاح ہے۔ (انشاء اللہ)

O

Scanned with CamScanner

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری ایک منفرد اپوزیشن لیڈر

اسد اللہ غالب

علامہ طاہرالقادری نے اپوزیشن جماعتوں کے اتحاد کی قیادت سنبھال کر ایک عہد ساز کردار کا نمونہ پیش کیا ہے۔ گھیراؤ جلاؤ کی اپوزیشن سیاست، بھاشانی اور مجیب کے ساتھ پاکستان سے رخصت ہوگئی لیکن مخالفت برائے مخالفت کی اپوزیشن سیاست ہمارے سیاستدانوں کی گھُٹی سے نہ نکل سکی۔ میاں نواز شریف ہوں یا محترمہ بے نظیر بھٹو، دونوں نے ایک دوسرے کی مخالفت میں سیاسی آداب ہی نہیں اخلاقی اور معاشرتی تقاضوں سے بھی صرف نظر کیا۔ دونوں نے بطور اپوزیشن لیڈر اپنے مدمقابل کو ہر حال میں زچ کرنے اور چت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ دونوں نے طے کر رکھا تھا کہ ایک دوسرے کا جینا محال کر دیں گے ایک دوسرے کو ٹرم پوری نہیں کرنے دیں گے دونوں اپنے اپنے مشن میں کامیاب ہوئے، اب تک دونوں میں سے کوئی بھی ٹک کر حکومت نہیں کر سکا اس طرز سیاست سے پاکستان جگ ہنسائی کا موجب بن رہا تھا، عوام کی پریشانیاں بڑھ رہی تھیں اور ملک سنگین خطرات کی زد میں آ رہا تھا، جب سسٹم ہی نہ چل رہا ہو تو عوام کے مسائل کو کون حل کرے گا ملک کی سلامتی اور قومی آزادی جیسے مقدس فریضے کی طرف کون توجہ دے سکے گا۔

نواز شریف اور بے نظیر بھٹو کے ساتھ ساتھ قاضی حسین احمد بھی اپوزیشن کے میدان سیاست میں سرگرم نظر آئے اور لوگوں نے کئی بار ان سے توقعات باندھیں، لیکن قاضی حسین احمد کی طرز مخالفت خود ان کے کارکنوں کو مطمئن نہیں کر سکی۔ ایک مضبوط دھڑا خود اس طرزِ مخالفت کے سامنے کھڑا ہوگیا قاضی حسین احمد کی خوبی یہ تھی کہ انہوں نے بھی "دکونک مارچ" کی سیاست اپنائی، کبھی ملین مارچ اور کبھی اسلام آباد کی طرف مارچ، اس سے انہوں نے یہ تو ثابت کر دیا کہ وہ ہر حکومتی تشدّد کو برداشت کر سکتے ہیں لیکن ان کی یہی خوبی ان کی خرابی بھی ثابت ہوئی۔ قاضی حسین احمد حکومتیں گرانے میں تو کامیاب ہوئے لیکن لوگوں کو اچھا نعم البدل دینے میں انہیں اب تک کامیابی نہیں ملی۔ اس پس منظر میں جب علامہ طاہرالقادری نے اپوزیشن کی زمام کار سنبھالی تو ان کی پہلی کامیابی یہ تھی کہ انہوں نے اپنے کارکنوں کا اعتماد نہ کھویا ورنہ ایک عالم دین اور مذہبی جماعت کا رہنما بے نظیر بھٹو جیسی سیاسی شخصیت اور پیپلز پارٹی جیسی سیاسی پارٹی کا ساتھ دینے کا فیصلہ کرے اور اس عالم دین کے پیروکار اس کی تکّا بوٹی نہ کر دیں تو یہ ایک معجزہ ہی شمار ہوگا۔

پیپلز پارٹی اقتدار میں ہوتی تو طاہرالقادری کے پیروکاروں کی خاموشی کا مطلب یہ ہوتا کہ چلو حکومتی فوائد تو ملیں گے۔ ہماری بعض دینی جماعتیں برسراقتدار جماعت کے ساتھ رہنا پسند کرتی ہیں اور ان کے پیروکار اس حال میں خوش رہتے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کل میاں منظور وٹو کا ساتھ دیا اور سرکاری دربار میں ان کے

پیروکار نہال ہوئے۔ آج شاہ احمد نورانی میاں نواز شریف کے ساتھ ناشتہ کرتے ہیں تو جوابی تحفے میں پیر اعجاز ہاشمی کی ۲۲ گریڈ کی مشاورت لے کر ماڈل ٹاؤن سے نکلتے ہیں۔ میں نے جمعیت اہلحدیث کے سینٹر ساجد میر سے کئی بار یہ پوچھنے کی کوشش کی ہے کہ علمائے سلف تو حکمرانوں کو راہ راست پر رکھنے کا فریضہ ادا کرتے ہوئے سختیوں کا شکار ہوئے، انہوں نے کوڑے کھائے، جیلیں بھگتیں، آپ کن اسلاف کی پیروی کرتے ہیں؟ میں ابھی تک ان کے جواب کا منتظر ہوں میں نے ساجد میر سے یہ بھی استفسار کیا ہے کہ اگر حکومت کا ساتھ دے کر انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے کوئی بھی کام کیا ہو تو براہ کرم اس سے بھی مطلع فرمائیں۔ سرکار دربار کی چکاچوند میں کھو کر رہ جانا ایک بات ہے اور اور سرکار دربار سے دور رہنا دوسری بات ہے۔ مولانا فضل الرحمن نے سرکار دربار سے کیا کمایا، پریس نے انکی پگڑی اچھالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ میں نے ایک ملاقات میں مولانا فضل الرحمن سے پوچھا اگر آپ حکومت کے ساتھ ملوث نہ ہوتے تو کیا آپ کی عزت میں کوئی کمی واقع ہوجاتی۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت کا ساتھ دینے کا مطلب اپنے آپ کو آلائشوں کے قریب لانا ہے۔ پیر اعجاز ہاشمی جس روز اسلام آباد کی فضاؤں سے لاہور آئیں گے تو انہیں اپنی صفائی کے لیے شاید دلائل دستیاب نہ ہوں خواہ وہ کسی آلائش کے قریب ہی کیوں نہ پھٹکے ہوں لیکن وہ ایک سوال کا جواب نہیں دے سکیں گے کہ دین کی خدمت کیا کی اور دین کے احکامات کے تحت خلق خدا کی کیا خدمت کی۔

ڈاکٹر طاہر القادری کے سامنے یہ سارا منظر ہے۔ علمائے کرام کی سیاست کی ایک پوری تاریخ پھیلی ہوئی ہے۔ طاہر القادری فروغ اسلام اور اشاعت دین کی ایک بہت بڑی تحریک چلا رہے ہیں۔ میں نے اس تحریک کی کامیابی کے نشانات کفرستان دہر میں نمایاں دیکھے ہیں اور ان کی میں نے شہادت بھی دی ہے۔ اب میں نے طاہر القادری کی اپوزیشن سیاست کو ایک طالب علم کے طور پر قریب سے دیکھا ہے ابھی تک نہ انہوں نے حکومت کے لیے کوئی مسئلہ کھڑا کیا ہے نہ اپنے آپ کو کسی امتحان میں ڈالا ہے اور نہ کارکنوں کے لیے کوئی صعوبت مول لی ہے۔ طاہر القادری کا کمال یہ ہے کہ انہیں بے نظیر کی حالیہ رفاقت کی وجہ سے کسی نے طعن و تشنیع کا نشانہ بھی نہیں بنایا۔ انسان خود صاحب کردار ہو تو بدکردار کے ساتھ رہنے کے باوجود یوسف کی طرح پاکباز رہتا ہے۔ طاہر القادری کسی چھوٹے اپوزیشن گروہ کے قائد نہیں ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے حکومت اور ملک کے لیے کوئی مشکلات کھڑی نہیں کیں۔ انہوں نے اب تک دلیل کی زبان میں بات کی ہے اور حکومت کو دلیل کے ہتھیار سے محروم کر دیا ہے۔ وہی حکومت جو بے نظیر کے خلاف آئے روز کوئی طومار کھڑا کر دیتی ہے طاہر القادری کو ٹارگٹ بنانے میں اسے ایک انچ کی پیش رفت حاصل نہیں ہوسکی۔ طاہر القادری نے حکومت کو نجی بجلی گھروں کے معاملے میں مکمل طور پر پسپا کیا۔

طاہر القادری کو اپوزیشن اور ملکی سیاست میں اس لحاظ سے ایک سنہری مقام دیا جائے گا کہ جب پاکستان کو بھارتی نیوکلیر اور میزائل پروگرام کے چیلنج کا سامنا ہوا اور حکومت پاکستان شدید شش و پنج میں نظر آتی تھی

تو ایک اپوزیشن قائد ہوتے ہوئے طاہرالقادری نے پہلے مرحلے میں حکومت کی رہنمائی کی اور جب حکومت ان کے بتائے ہوئے راستے پر چل نکلی تو طاہرالقادری نے غیر مشروط اور لامحدود تعاون کی پیشکش کر کے پاکستان کی قوت میں اضافہ کیا اس ماحول میں اپوزیشن کی قیادت نواز شریف کے پاس ہوتی تو وہ حکومت کو بھارتی ایجنٹ قرار دے کر ملک میں آگ لگا چکی ہوتی اور بے نظیر بھٹو کو اپوزیشن کی قیادت کا مینڈیٹ حاصل ہوتا تو وہ حکومت کے ساتھ مل کر ملک اور قوم کو امریکی تجوریوں میں گروی رکھ دیتیں۔ طاہرالقادری کا وصف یہ ہے کہ انہوں نے حکومت سے دور رہتے ہوئے ملک اور قوم کی ایک روشن راستے کیطرف رہنمائی کی ہے اس سے ملک و قوم کو ایک نیا افتخار ملا ہے پاکستان آج جس قدر مضبوط ہے یہ خدا کا فضل ہے کہ قوم نے حکومت پر واضح کیا کہ اسے کیا چاہیے حکومت کو اپنی ڈھلمل پالیسی چھوڑنا پڑی اپوزیشن کا کردار یہی ہوتا ہے کہ وہ حکومت سے ملک و قوم کے مفاد کے منافی فیصلے نہ کرائے۔ اپوزیشن کے قائد کے طور پر ڈاکٹر طاہرالقادری کو خدا نے پہلی کامیابی عطا کی ہے۔ آنے والے وقتوں میں طاہرالقادری ایک موثر کردار ادا کرتے رہے تو امید کی جاسکتی ہے کہ پاکستان ان مصائب سے بھی بچ نکلے گا جن سے ڈرایا جارہا تھا کہ ایٹمی دھماکہ کر دیا تو یہ ہوجائے گا وہ ہوجائے گا۔ اب جو ہونا تھا وہ ہوچکا اور جو ہونے والا ہے قوم اس کی برداشت کرنے کے لیے تیار ہے۔ حکومت کی عقل جہاں کام کرنے سے جواب دے دیتی ہے وہاں اس حکومت کے ماضی کے استاد آپ کی رہنمائی کے لیے میدان میں موجود ہیں۔ نواز شریف اپنے استاد طاہرالقادری کے سامنے کھڑے ہیں فیصلہ وقت کرے گا کہ میدان کس کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ ○

بقیہ صدق کی اہمیت

جو کوئی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روز قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں"۔ (النساء ۴: ۶۹)۔

وہ اعمال جن کی بجا آوری پر جنت کی ضمانت دی گئی ہے ان میں صدق سرفہرست ہے فرمان نبوی ہے: "تم مجھے چھ باتوں کی ضمانت دو میں تمہارے لیے جنت کا ضامن بنتا ہوں بات کرو تو سچی کرو۔ وعدہ کروں تو پورا کرو۔ امانت رکھی جائے تو ادا کرو۔ شرمگاہ کی حفاظت کرو نگاہ کو پست رکھ اور ظلم سے باز رہو"۔ (مسند احمد بن حنبل، ۵: ۳۲۳)۔

حضرت حذیفہ بن یمان ﷺ فرماتے ہیں کہ زمانہ نبوت میں کوئی شخص ایک کلمہ (جھوٹ) بولتا تو منافق قرار دیا جاتا لیکن آج میں دس ایسے کلمات تم لوگوں سے ایک دن میں سنتا ہوں جو نفاق کی علامت ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے آپکو نفاق کی علامات سے محفوظ رکھیں جھوٹ بولنے سے آدمی اللہ کے ہاں جھوٹا لکھا جاتا ہے۔ صدیقین کے لیے اللہ کے ہاں قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: "اور جو سچی بات لے کر آیا اور جس نے اس کو سچا مانا وہی لوگ متقی ہیں ان کے لیے ان کے پروردگار کے پاس وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں گے"۔ (الزمر ۳۹: ۳۴)۔

راست بازی نجات کا ذریعہ ہے اس لیے حضور ﷺ نے سچائی کا حکم دیا ہے۔ ○

Scanned with CamScanner

تذکار میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انجیل برناباس

محمد الیاس اعظمی

وہ کیسی سعید گھڑی ہوگی جس کی سہانی ساعتوں میں جب نبیوں کے سردار، غریبوں کے غمخوار محمد مصطفیٰ ﷺ احمد مختار کی آمد کا ذکر ختم جاء کم رسول کے مقدس کلمات کے ساتھ کیا گیا تو انبیاء نے ادب سے گردنیں جھکا دیں۔ اقرار و تسلیم کا اعلان کیا۔ اس پر خود خالق کائنات گواہ ٹھہرا۔ اور ایسا ہوتا بھی کیوں نہ کہ آنے والا تو لولاک لما خلقت الافلاک کی خلعت فاخرہ کا حامل تھا۔ قرآن نے تو اس کا تذکرہ کرنا ہی تھا لیکن دیگر کتب سماوی نے اس محبت آمیز رنگ میں تذکار رسالت محمدی ﷺ کیے ہیں جن کو پڑھ کر قاری کی آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں۔ درج ذیل سطور میں انجیل برناباس کے حوالے سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

انجیل برناباس اور حضور اکرم ﷺ کی آمد:۔ جس طرح قرآن حکیم میں جابجا حضور نبی کریم ﷺ کی آمد اور بعثت مبارکہ کا ذکر پاک موجود ہے۔ اسی طرح سابقہ آسمانی کتابوں اور صحائف میں بھی سرکار دوعالم ﷺ کی آمد کا ذکر موجود ہے۔ اگرچہ ان کتابوں میں بہت زیادہ تبدیلی اور تحریف ہوچکی ہے انجیل برناباس جس کا ذکر بائبل میں موجود ہے لیکن یہ عیسائیت کی ان کتابوں میں شمار ہوتی ہے جو مفقود ہوچکی ہیں جس کی شاید بہت سے وجوہات میں سے ایک وجہ اس میں حضور ختمی مرتبت ﷺ کا ذکر پاک بلکہ اسم مبارک تک کا موجود ہونا ہے۔ ذیل میں ہم اسی انجیل برناباس کے حوالے سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جس پر ذکر رسول ﷺ کیا گیا ہے۔

انجیل برناباس

برناباس اور اس کی شخصیت:۔ موضوع زیر بحث پر گفتگو سے پہلے برناباس سے متعلق جاننا ضروری ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ برناباس کا مذہب عیسائیت میں کیا مقام ہے؟ چنانچہ برناباس اور اس کی انجیل کی حیثیت جاننے کے لیے ذیل میں ہم بائبل مقدس عہد نامہ جدید میں سے کچھ اقتباسات نذر قارئین کرتے ہیں جن سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ برناباس کا عیسائیت میں کیا مقام ہے۔

ہم نے ایک دل ہوکر انسب سمجھا کہ بعض آدمیوں کو چنیں اور اپنے معززین برناباس اور پولوس کے ہمراہ تمہارے پاس بھیجیں۔ یہ دونوں ایسے آدمی تھے جنہوں نے اپنی جانیں ہمارے خداوند یسوع مسیح کے نام پر نثار کر رکھی ہے۔ (باب نمبر ۱۵ آیت ۲۵ تا ۲۶)۔

برناباس کلیسا کا سفیر:۔ ان باتوں کی خبر یروشلم کے کلیسا کے کانوں تک پہنچی اور انہوں نے برناباس کو

انطاکیہ بھیجا وہ پہنچ کر اور خدا کے فضل کو دیکھ کر خوش ہوا اور سب کو نصیحت کی کہ دلی ارادے سے خداوند میں قائم رہو۔کیونکہ وہ نیک مرد اور روح القدس اور ایمان سے معمور تھا۔ایک بڑی جماعت خداوند سے مل گئی۔تب برنباس شاؤل کی تلاش میں طرطوس کو روانہ ہوا جب وہ ملا تو اسے انطاکیہ لایا اور یوں ہوا کہ وہ سال بھر تک وہاں جماعت میں شامل ہوئے اور بہت سے لوگوں کو تعلیم دیتے رہے اور شاگرد پہلے انطاکیہ میں ہی مسیحی کہلائے (رسولوں کے اعمال باب ۱۱: ۲۲تا۲۶)۔

کلیسا کا معلمؒ :- برنباس محض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہی نہ تھے بلکہ آپ نے برنباس کو انطاکیہ اور کلیسا میں معلم بھی مقرر کیا۔تاکہ دین عیسیٰ کی صحیح تعلیمات لوگوں تک پہنچائے چنانچہ اسی ''رسولوں کے اعمال'' میں ہے۔برنباس اور شمعون جسے کالا کہتے ہیں' اور لوقیس قیروانی اور منیم جو ربع ہیرودیس کے ساتھ چلا تھا۔ اور شاؤل جب خداوند کی عبادت کر رہے تھے اور روزے رکھ رہے تھے تو روح القدس نے کہا کہ میرے لیے شاؤل اور برنباس کو اس کام کے لیے مخصوص کر دو۔جس کے واسطے میں نے انہیں بلایا ہے تب انہوں نے روزہ رکھ کر اور دعا کر کے ان پر ہاتھ رکھے اور انہیں رخصت کر دیا۔(ایضاً باب نمبر ۱۳: آیت نمبر ۱تا ۳) ۔

مذکورہ بالا اقتباسات کے مطالعہ کے بعد برنباس کی شخصیت پر کسی قسم کے تبصرے کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ برنباس حواری کی جمع کردہ انجیل کی تعلیمات و ارشادات ہی صحیح ہیں جو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سن کر مرتب کیے جنمیں آج بھی حضور سید عالم نبی آخر الزماں علیہ السلام کا ذکر پاک محض اشارات میں نہیں بلکہ صراحتاً موجود ہے جو آپ علیہ السلام اور دین اسلام کی حقانیت و صداقت کا بیّن ثبوت ہے۔

ذیل میں ہم اسی انجیل برنباس میں سے چند اقتباسات جن میں بطور خاص حضور نبی آخر الزماں علیہ السلام کا مقدّس تذکرہ موجود ہے پیش کرتے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت اور برنباس کا موقّف :- پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے انسان کو جان عطا کی اور اس وقت سارے فرشتے یہ گاتے تھے۔بزرگ ہے تیرا نام پس جب کہ آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تو اس نے آسمان میں ایک تحریر سورج کی طرح چمکتی دیکھی جس کی عبارت تھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں۔اے میرے پروردگار اللہ!کیوں کہ تو نے مہربانی کی پس مجھ کو پیدا کیا لیکن میں تیری منّت کرتا ہوں کہ تو مجھے خبر دے کہ ان کلمات کے کیا معانی ہیں

"محمد رسول اللہ"تب اللہ نے جواب دیا"مرحبا ہے تجھ کو اے میرے بندے آدم!اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے کہ جس کو میں نے پیدا کیا اور یہ شخص جس کو تو نے دیکھا ہے تیرا ہی بیٹا ہے جو اس وقت کے بہت سے سال بعد دنیا میں آئے گا۔اور وہ میرا ایسا رسول ہو گا کہ اس کے لئے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے وہ رسول جب آئے گا۔دنیا کو ایک روشنی بخشے گا۔یہ وہ نبی ہے کہ اس کی روح آسمانی روشنی میں سات ہزار سال قبل اس لئے رکھی گئی تھی کہ میں کس چیز کو

پیدا کروں" پس آدم نے مِنّت یہ کہا کہ اے پروردگار! یہ تحریر مجھے میرے ہاتھوں کے ناخنوں پر عطا فرما۔" تب اللہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر اس کے دونوں انگوٹھوں پر عطا فرمائی۔

دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ عبارت لاالہ الااللہ اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ عبارت محمد رسول اللہ تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پدری محبت کے ساتھ بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں سے ملایا اور کہا کہ مبارک ہے وہ دن جس میں تو دنیا کی طرف آئے گا۔(انجیل برنباس باب نمبر۳۹ آیت ۱۴تا ۲۷)

برنباس کے اس طویل اقتباس کے بعد نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی ملاحظہ ہو جسے حضرت امام المحدثین امام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی "مصنف" میں روایت کیا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: قلت یارسول اللہ بابي انت و امي اخبرني عن اول شيئي خلقه الله تعالي قبل الاشياء قال یا جابر ان الله تعالي خلق قبل الاشياء نور نبيك من نوره "میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی فرمایا اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور (کے فیضان سے) پیدا کیا"۔

چنانچہ اسی حقیقت کو برنباس یوں بیان کرتا ہے۔"اور میں اپنے آپ کو اس کا مانند نہیں شمار کرتا جس کی نسبت تم کہہ رہے ہو کیونکہ میں اس کے لائق بھی نہیں ہوں کہ اس رسول اللہ کے جوتے کے بند یا نعلین کے تسمے کھولوں جس کو تم مسیحا کہتے ہو وہ جو میرے پہلے پیدا کیا گیا اور اب میرے بعد آئے گا اور وہ بہت جلد کلام حق کے ساتھ آئے گا اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہوگی"۔(ف ۴۲: ۱۲تا ۱۵)۔ اور یوں جب اس نے عمل کا ارادہ کیا سب چیزوں سے پہلے اپنے رسول (اول خلق اللہ) کی روح پیدا کی وہ رسول جس کے سبب سے تمام اشیاء کو پیدا کرنے کا قصد کیا"۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے:۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام فرماتے ہیں کہ وہ رسول اتنا عظیم القدر ہے کہ اگر میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کا شرف حاصل کرلوں تو میں اللہ کا قدوس بن جاؤں گا۔ حضرت برنباس کے بقول:

"اور اسی لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ بے شک رسول اللہ ایک روشنی ہے جو تقریباً تمام مصنوعات باری کو مسرور کرے گا کیونکہ وہ فہم اور مشورت کی روح سے آراستہ ہے۔ حکمت اور قوت کی روح سے وہ محبت اور رحمت کی روح سے آراستہ ہے۔ عدل اور تقویٰ کی روح سے لطف اور صبر کی روح سے، ایسی روحیں کہ منجملہ ان کے اس رسول نے اللہ سے سہ چند اس کا پالیا ہے۔ جو کہ اللہ نے اپنی مخلوقات کو عطا کی ہیں۔ وہ کیسا مبارک زمانہ ہے کہ یہ رسول ﷺ دنیا میں آئے گا۔ تم مجھے سچا مانو ہر آئینہ میں میں نے اس کو دیکھا ہے اور اسکے سامنے عزت و حرمت کو پیش کیا ہے جیسا کہ اس کو ہر ایک نبی نے دیکھا ہے کیونکہ اللہ ان (نبیوں) کو اس (رسول) کی روح بطور پیشین گوئی کے عطا کرتا ہے جب کہ میں نے اس کو دیکھا میں تسلی سے بھر کر کہنے لگا "اے محمد ﷺ اللہ

میرے ساتھ ہو اور مجھ کو اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں کیونکہ اگر یہ شرف حاصل کر لوں تو بڑا نبی اور اللہ کا قدوس بن جاؤں گا اور جب کہ یسوع نے اس بات کو کہا اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔
(ف ۴۴: ۱۹ تا ۳۲)۔

خاتمیت محمدیؐ کا بیان :- حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہونے والے سلسلہ رشد و ہدایت کو نبی آخر الزماں حضور ختمی المرتبت ﷺ کی بعثت مبارکہ کے ساتھ ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا اور یوں آپ خاتم النبین کے عظیم منصب پر فائز المرام ہوئے۔ برنباس آپ کی اس شان خاتمیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت سیدنا عیسی علیہ السلام کے فرامین کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"اور وہ بہت جلد کلام حسن کے ساتھ آئے گا اور اسکے دین کی کوئی انتہاء نہ ہوگی۔ (ف ۴۲: ۱۵)۔ میرے تسلّی اس رسول کے آنے میں ہے جو کہ میرے بارے میں ہر جھوٹ خیال کو محو کر دے گا اس کا دین پھیلے گا اور تمام دنیا میں عام ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ ابراہیم سے یوں ہی وعدہ کیا ہے اور جو چیز مجھ کو تسلّی دیتی ہے وہ یہ ہے کہ اس رسول کے دین کی کوئی حد نہیں اس لیے درست اور محفوظ رکھے گا" کاہن کے جواب میں کہا "کیا رسول اللہ ﷺ نے آنے کے بعد اور رسول بھی آئیں گے؟" یسوع نے جواب دیا "اسکے بعد خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں آئیں گے۔ مگر جھوٹے نبیوں کی ایک بھاری تعداد آئے گی"۔
(ف ۹۷: ۵: ۹)

باقی رہا میرا خاص معاملہ سو میں تحقیق اس لیے آیا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے واسطے جواب جلد دنیا کے لیے ایک خلاص (چھٹکارے کا ذریعہ) لے کر آئے گا راستہ صاف کروں۔ لیکن تم اس بات سے ڈرو کہ دھوکہ دیئے جاؤ اس واسطے کہ بعد میں بہت سے جھوٹے نبی آئیں گے جو میرے کلام کو اخذ کر لیں گے میری انجیل کو ناپاک بنائیں گے"۔ (ف ۷۲: ۱۰: ۱۱)۔

کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا :- "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق چاند اس کو اس کے بچپن میں سلانے کے لیے لوریاں دے گا اور جب وہ رسول بڑا ہوگا تو وہ اس (چاند) کو اپنی دونوں ہتھیلیوں سے پکڑے گا"۔ (ایضاً: ۱۸)۔ "اس وقت میں اللہ دنیا پر رحم کرے گا پس وہ اس اپنے رسول کو بھیجے گا جس کے سر پر ایک سفید امر کا ٹکڑا قرار پذیر ہوگا اس کو اللہ کا ایک برگزیدہ پہچانے گا اور وہی اسے دنیا پر ظاہر کرے گا"۔ (ایضا: ۱۴)۔ امام ترمذی نے ایک حدیث روایت کی ہے اور حضرت خدیجہ کی روایت میں بھی ہے کہ انہوں نے اور ان کی برادری کی بہت سی عورتوں نے دیکھا کہ جب آپ ﷺ شام کی طرف سے آئے تو فرشتوں نے آپ پر سایہ کیا ہوا تھا، اور یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ آپ پنگوڑے میں ہوتے تو جدھر جدھر آپ ﷺ کی انگلی کا اشارہ ہوتا چاند اسی طرح پلٹ جاتا تھا جب آپ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے تو انہوں نے دیکھا کہ بادل آپ ﷺ پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ اس واقعہ کو آپ ﷺ کے رضاعی بھائی نے بھی روایت کیا ہے۔ اسی طرح ڈوبے ہوئے سورج کا واپس لوٹانا اور چاند کا دو ٹکڑے کرنے کی روایات تو تواتر تک پہنچی ہوئی

ہیں کہ جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا اسی لیے امام احمد رضا خاںؒ فرماتے ہیں :

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پہ کھلونا نور کا

اور بقدر تصرف

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے دشمن دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

زمین و زمان تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے : ۔حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے اپنے مکتوبات شریف میں ایک حدیث قدسی نقل کی ہے فرمایا : " اے محبوب اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں نہ افلاک کو پیدا کرتا اور نہ ہی اپنا رب ہونا ظاہر کرتا "۔ اس سے معلوم ہوا کہ کائنات پست وبالا کی تمام چیزیں خالق کائنات نے صرف اپنے محبوب کی خاطر پیدا کی ہیں برنباس نے بھی حضرت عیسیٰؑ سے بعینہٖ یہی قول روایت کرتے ہوئے لکھا ہے :

" اور یوں جب اس نے عمل کا ارادہ کیا سب چیزوں سے پہلے اپنے رسول کی روح پیدا کی وہ رسول جس کے سبب سے تمام چیزوں کے پیدا کرنے کا مقصد تھا تاکہ مخلوقات خوشی اور اللہ سے برکت پائیں "۔(ف ۴۳: ۱۰،۱۹)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا :

" تب اس وقت کاہن نے کہا مسیحا کا نام کیا رکھا جائے گا اور وہ کیا نشانی ہے جو اس کے آنے کا اعلان کرے گی" یسوع نے جواب دیا "مسیحا کا نام عجیب ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت اس کی ذات کو پیدا کیا اور اسے آسمانی روشنی میں لکھا خود ہی اس کا نام بھی رکھا" اللہ تعالیٰ نے کہا اے محمد ﷺ تو صبر کر اس لیے کہ میں تیرے لیے ہی جنت اور دنیا اور مخلوقات کی بری بھاری بھیڑ جس کو کہ تجھے بخشوں گا پیدا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں کیا شک کہ جو تجھے برکت دے گا وہ مبارک ہوگا اور جو تجھ پر لعنت کرے وہ ملعون ہوگا "۔(۹۷ : ۱۳ تا ۱۵) ۔

مشہور حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نور نبوی ﷺ کو اپنے نور کے فیضان سے پیدا کیا تو اس کے بعد وہ نور قدرت الٰہی سے خدا نے جہاں چاہا دور کرتا رہا۔ اس وقت لوح ، قلم ، جنت ، دوزخ ، فرشتے ، آسمان ، زمین اور سورج ، چاند ، ستارے ، جن ، فرشتے انسان کچھ بھی نہ تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے اور ساری مخلوقات کو اس سے پیدا کیا (تلخیص حدیث نور)۔ حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں : " اور قسم ہے اللہ کی زندگانی کی بے شک میں بھی وہاں نہ جاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں جو کچھ کہ جانتا ہوں اور جس وقت کہ اللہ اس بات کو دیکھے گا وہ اپنے رسول ﷺ کو یاد دلائے گا کہ کیوں کہ اس نے سب چیزوں کو اس کی محبت کے لیے پیدا کیا ہے "۔(ف ۵۴ : ۳،۴)۔ یہ قول تو بعینہٖ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ ۔ کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے ۔

بقول فاضل بریلوی :-

زمین و زماں تمہارے لیے، مکیں و مکاں تمہارے لیے
چین و چناں تمہارے لیے، بنے دوجہاں تمہارے لیے

تبرو ایت

حضرت آدم علیہ السلام کی قبولیت توبہ:- جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور پھر آپ کی پسلی سے حضرت مائی حوا کی تخلیق کی تو ان دونوں کو حکم دیا کہ اے آدم تو اور تیری بیوی دونوں جنت میں زندگی گزارو اور اس درخت کے قریب نہ جاؤ اور جہاں سے تمہارا دل چاہے کھاؤ پیو"۔ تو شیطان نے جب یہ دیکھا تو اس نے مختلف حیلے، بہانے بنائے اور آخرکار خود حضرت آدم اجتہادی غلطی کر کے اس درخت کے پھل کو کھا چکے جس سے منع کیا گیا تو اس پر انہیں جنت سے نکال دیا گیا اسی عالم میں آپ نے ایک روز جنت کے دروازے پر دیکھا کہ لا الہ الا اللہ محمّد رسول اللہ کے کلمات مبارک لکھے ہوئے ہیں تو انہوں نے دل میں سوچا کہ یہ کس قدر مقدس ہستی ہے جس کا نام اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہے تو انہوں نے اس نام کا صدقہ دے کر اپنے رب کے حضور دعا کی تو آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کے اس واقعہ کو انجیل برنباس میں بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے۔ "پس جب آدم نے مڑ کر نگاہ کی تو اس نے (فردوس کے) دروازہ (کی پیشانی) پر لکھا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تب وہ اس وقت رویا اور کہا اے بیٹے کاش اللہ یہ ارادہ کرے کہ تو جلد آئے اور ہم کو اس کم بختی اور مصیبت سے چھڑائے"۔ (ف ۴۱: ۳۳-۳۴)۔

تقدیس مسیح کا علمبردار:- بائبل (جو اناجیل اربعہ اور دیگر کتب سابقہ کا مجموعہ ہے) نے حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو جس صورت میں پیش کیا ہے عقل انسانی اس پیکر کا تصور کرنے سے بھی عاجز ہے چہ جائیکہ ایک اللہ کا برگزیدہ اور نیک رسول اور نبی اس قسم کے کردار کا حامل ہو۔ یہ قرآن ہی کا اعجاز ہے کہ اس نے تمام انبیاء سابقین کو ایک انتہائی مقدّس پاکباز ہستی کی صورت میں پیش کیا ہے۔ انجیل برنباس میں نبی آخری الزماں ﷺ کی سیرت مبارکہ کے اس پہلو کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے: "مگر جب مقدس محمد ﷺ رسول اللہ آئے گا وہ اس بدنامی کے دھبے کو مجھ سے دور کر دے گا اس سے مسیحا کی حقیقت کا میں نے اقرار کیا ہے وہ مسیحا جو مجھے یہ نیک بدلہ دے گا یعنی کہ میں پہچانا جاؤں کہ زندہ ہوں اور یہ کہ میں ایسی موت مرنے کے دھبے سے بری ہوں"۔ (۱۱۲: ۱۶-۱۷)۔

"اور میں اس بات کو راز کی طرح کہتا ہوں کیونکہ اسی (رسول) کے ذریعہ سے اس کا اعلان ہوگا اور اللہ کی بڑائی کی جائے گی اور میری سچائی ظاہر ہوگی اور عنقریب وہ رسول ان لوگوں سے انتقام لے گا جو کہتے ہیں میں انسان سے بڑھ کر ہوں"۔

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا:- قیامت کا دن بڑا ہی ہولناک اور وحشت انگیز ہوگا اس روز بڑے بڑے نیک اور صالح یہاں تک کہ حضرات انبیاء کرام میں بھی نفسی نفسی کا وظیفہ جاری ہوگا کسی کو بارگاہ

الٰہی میں اس کی اجازت کے بغیر دم مارنے یا زبان کھولنے کی ہمت نہ ہوگی اور نہ ہی کوئی کسی کا بوجھ اٹھائے گا۔ لیکن خوف و ہراس کے اس ماحول میں بھی ایک ہستی ایسی ہوگی جس کو سب سے پہلے یہ اذن دیا جائے گا کہ اے محمد ﷺ سوال کیجئے پورا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی، چنانچہ اس پر شفیع المذنبین رحمت عالم ﷺ اپنے رب کے حضور گناہگاروں کی شفاعت کریں گے اور یوں انہیں جہنم کے عذاب سے نکال کر جنت میں لے جائیں گے آپ ﷺ کے اس عظیم منصب اور امتیازی شان کا تذکرہ قرآن نے تو کرنا ہی تھا لیکن آپ ﷺ سے پہلے تشریف لانے والے انبیاء کرام نے بھی اپنے اپنے دور میں اپنی امتوں کو اس نبی آخر الزماں کے شفیع المذنبین ہونے کی خوشخبریاں سنائیں، جیسا کہ برنباس کی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعدد مقامات پر منقول ہے۔ ذیل میں ہم تین طویل اقتباسات پیش کرتے ہیں پڑھیے اور اپنے آقا و مولا کی رفعت شان کے تذکار جلیلہ سے اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔

رسول پناہ:۔ اور جس وقت میں تجھ کو دنیا میں بھیجوں گا۔ تجھے نجات پناہ رسول بناؤں گا اور تیرا کلام سچا ہوگا یہاں تک کہ آسمان اور زمین دونوں کمزور ہوجائیں گے مگر تیرا ایمان کمزور نہ ہوگا۔ تحقیق اس کا نام محمد ﷺ ہے اس وقت عام لوگوں نے یہ کہتے ہوئے شور مچایا یا اللہ تو ہمارے لیے اپنے رسول ﷺ کو بھیج دے محمد ﷺ تو جلد دنیا کو نجات دینے کے لیے آجا"۔ (ف ۹۶: ۱۶-۱۸)۔

ماہ ربیع الاول کی سعید و بابرکت ساعتوں اور میلاد النبی ﷺ کے مبارک موقع پر ان سطور کو ضبط تحریر میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ ہم انہیں پڑھ کر غلامی رسول ﷺ کے دم بھرنے والے ان تذکار سے اپنے قلب و باطن کو روشن کرکے اپنے آقا و مولا کے ساتھ ٹوٹا ہوا تعلق غلامی پھر سے استوار کریں اور مسیحی و دیگر غیر مسیحی احباب سے درخواست ہے کہ اگر وہ اپنی آنکھوں سے تعصب اور عداوت کے خاص نمبر کی عینک اتار کر حق کی تلاش کرتے ہوئے اس کا مطالعہ کریں گے تو انشاء اللہ وہ ضرور اس نتیجہ پر پہنچنے میں کامیاب ہونگے کہ "منجی، مسیحا، نجات دہندہ، اور دوسرا وکیل" صرف اور صرف مکین گنبد خضریٰ حضور ختمی مرتبت ﷺ ہی ہیں۔ دنیا و آخرت کی کامیابی اور غیض و غضب الٰہی سے آزادی اسی در کی غلامی میں ہی ہے۔

شلوار قمیض، پینٹ، شرٹ اور ویسٹ کوٹ کی عمدہ سلائی کا مرکز

خیاط المدینہ

نوٹ: تحریکی ساتھیوں کے لیے خصوصی رعایت ہوگی اور مکہ مکرمہ میں آنے والے تحریکی احباب کے لیے رابطہ کی سہولت بھی میسر ہوگی۔

ایڈریس: محمد ناظم الرحمٰن خیاط المدینہ نزد مسجد میمنی حارہ الرشد شارع ابراہیم خلیل مکہ مکرمہ

محمد پناہ ٹوٹانی

محبتِ رسول ﷺ کا زندہ معجزہ

مشتاق احمد نورانی

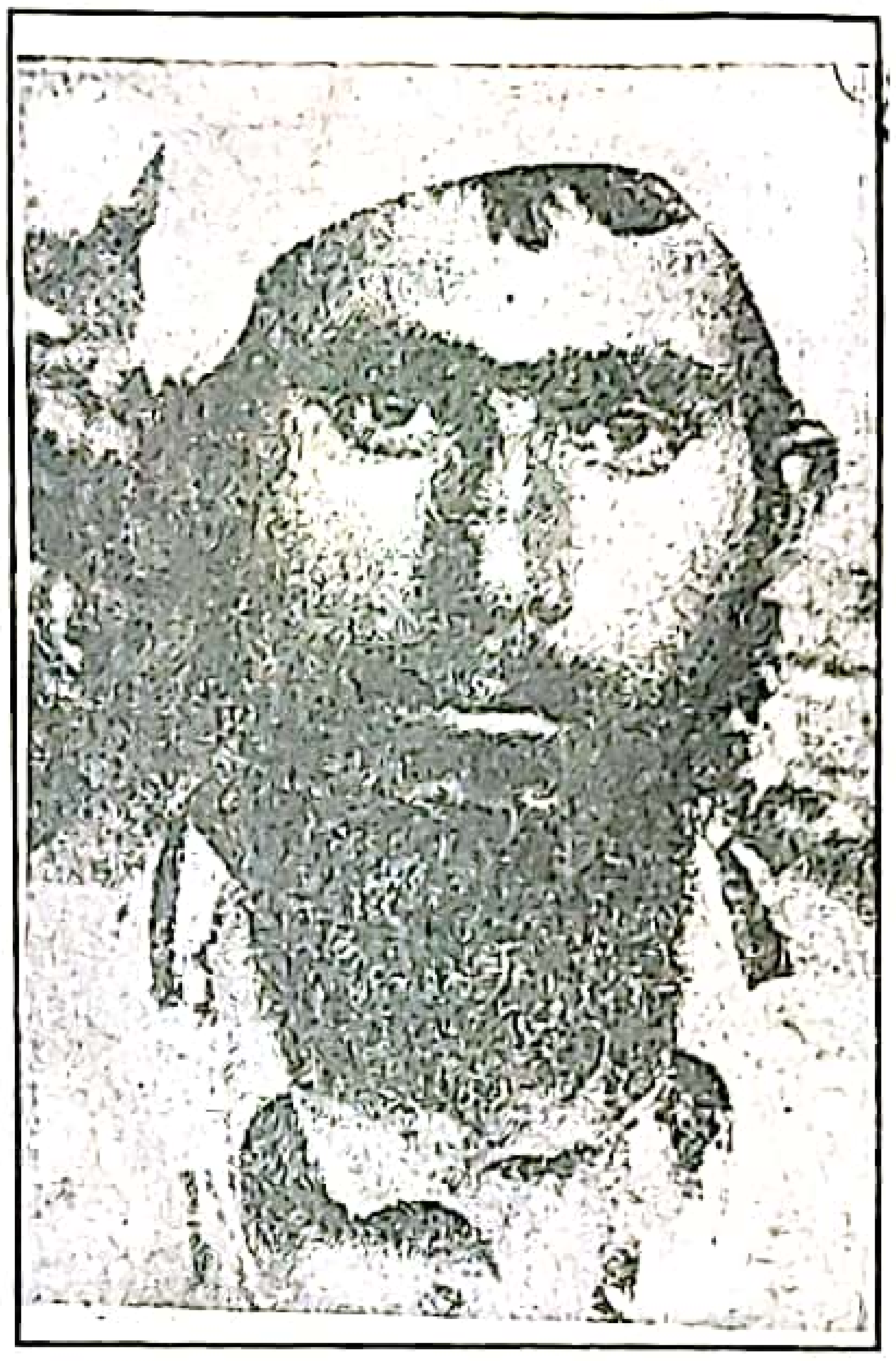

آج کا دور مادی دور سمجھا جاتا ہے جس میں ایٹم، منطق اور دلائل کو اہمیت دی جاتی ہے اس لیے مذہب کو پرائیویٹ قرار دے کر سیکولرازم کو سیاست میں غلبہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے مگر اس ساری جدوجہد کے باوجود روحانیت اپنا رنگ دکھاتی ہے اور قدرت معجزات کا اظہار کرتی ہے۔ اخبارات میں چھپتا رہتا ہے کہ کسی سیب یا کیلے پر اللہ کا نام لکھا ہوا ہے، کسی جانور پر خدا اور مصطفی ﷺ کے اسمائے گرامی کندہ ہیں، ان واقعات کے ظہور سے دل کی کائنات کو سرور اور روح کو نور ملتا ہے، اسلام کی حقانیت کے خورشید موجودہ مادی ظلمت کی رات میں تابانی و درخشانی بکھیرتے ہیں، ہوس زر کی دھوپ سے جب روحانیت کے سوتے خشک ہو چکے ہیں، ہوس نے عشق کا گریبان دھجیاں بنا دیا

لیکن اس وقت بھی حضرت عشق کی جلوہ سامانیاں اپنا رنگ دکھاتی ہیں۔ اس کا ایک ظہور ایک شخص محمد پناہ ٹوٹانی ------ بھی بن گیا ہے یہ ۲۲، ۲۴ سال کا غریب نوجوان ہے، مزدوری کر کے پیٹ کی آگ بجھاتا ہے، ضلع لاڑکانہ سندھ کی تحصیل وارہ کے نواحی گاؤں ظفر آباد کے ایک مزدور محمد ملوک کا بیٹا ہے، قبیلہ کے لحاظ سے ٹوٹانی ہے، روحانی اعتبار سے سندھ کے روحانی آستانہ قنمبر کے سجادہ نشین حضرت سید غلام حسین بخاری کا مرید ہے اور سندھ کی اصطلاح کے مطابق حسین آباد قنمبر شریف کا ''فقیر'' ہے۔ اس نے دنیا کو محوِ حیرت کر دیا اور فکر کے چمن میں پھول کھلائے، مطلعِ عشق پر ماہ محبت طلوع کیا اور عشق حبیب کبریا ﷺ کا ایمان افروز مظاہرہ کیا، محمد پناہ ٹوٹانی نے آگ میں چھلانگ لگا دی اور اقبال کے اس مصرعہ ''بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق'' کو سچا ثابت کر دکھایا، ایمان ابراہیم پیدا کر کے آج بھی آگ کو ''بَرْدًا وَّ سَلٰمًا'' کا مظہر بنا دیا اور اعلیٰ حضرت حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے مطابق:

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے سستے ۔ جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

ہوا یوں کہ محمد پناہ کا مزدور ساتھی ہارون نامی بھی اسی کے گاؤں کا رہائشی ہے، محمد پناہ ٹریکٹر کرایہ پر چلاتا ہے، ہارون دوسری جگہ مزدور ہے دونوں اپنے پیٹ کا علاج کرنے آتش بطن کو بجھانے کے لیے جنگل میں مٹی کی ٹرالی بھرنے جا رہے ہیں، راستے میں دونوں میں عشق رسول پاک ﷺ کے موضوع پر بحث ہو گئی، دونوں نے داڑھی رکھی ہوئی اور دونوں غربت میں کلاس فیلو ہیں، دونوں کی جبینیں سجدوں سے مالا مال ہیں، دونوں میں مسئلہ

یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ آج بھی حاضر و ناظر ہیں یا نہیں، محمد پناہ کا موقف تھا کہ محسن انسانیت سید کونین ﷺ آج بھی حیات ظاہری سے زندہ ہیں اور امت کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں جب کوئی غلام پکارتا ہے تو آپ خود بخود اپنے کانوں سے اس کی فریاد کو سنتے ہیں مگر ہارون کا کہنا تھا کہ نہیں! حضور ﷺ بھی دنیائے فانی سے جا چکے ہیں وہ حاضر و ناظر نہیں فریاد بھی نہیں سنتے۔ دونوں کو نہ بریلوی نہ دیوبندی کا تصوّر، نہ علمی مباحث سے واسطہ بلکہ محض جذباتی اور عشق سے معمور جنون سے تعلق، دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر قائم رہ کر خدائی فیصلہ لینے کا فیصلہ کر لیا دونوں میں اتفاق ہو گیا کہ آگ جلائی جائے، جس کا عقیدہ سچا ہو گا وہ آگ سے سلامت نکل آئے گا اور جس کے عقیدہ میں جھول ہو گا اس کا فیصلہ خدا تعالیٰ فرما دے گا۔

چھلے ہوئے گنّے اور جھاڑے ہوئے چاول کا گھاس پھوس جمع کیا اتنے میں تماشائے عشق کو دیکھنے کے لیے خلق خدا بھی جمع ہو گئی، کھیتوں سے سندھی مسلمان دوڑے چلے آئے لوگوں کے ہجوم کے سامنے جب یہ مسئلہ بیان ہوا تو ماحول بھی جذباتی ہو گیا اور عشق اور عقل جنون اور خرد کا تماشا پیچ جنگل کے ہونے لگا، عشق نے خرد سے پنجہ آزمائی کا فیصلہ کیا، دیکھتے ہی دیکھتے آتش جان سوز کے شعلے جبین فلک کو چھونے لگے۔ اب محمد پناہ اور ہارون دونوں آگ کے قریب جانے والے ہیں، تماشائی انبوہ در انبوہ موجود ہیں، فروری ۱۹۹۸ء کی گیارہ ہے یا بارہ اس وقت شدت کی سردی میں عشق رسول ﷺ کی اس گرمی نے عقل کی برف پگھلا دی۔

میں نے خود جا کر محمد پناہ سے انٹرویو کیا، علاقہ کے لوگوں سے تحقیق کی، مقامی علماء سے رابطہ کیا عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ آگ جوں ہی روشن ہوئی محمد پناہ نے بے تابی سے دوڑ کر "وصال یار" حاصل کرنے کی پھرتی دکھائی۔ ہارون ابھی محو تسبیح و سجود ہے ذکر اللہ سے زینت مصلیٰ ہے مگر محمد پناہ شعلوں کے درمیان ہے، چاروں طرف فلک پیما شعلے اور ٹریکٹر مزدور محمد پناہ، عجب وصال ہے! عجب ملاپ ہے کہ شعلے محمدؐ پناہ کو چوم رہے ہیں، اس کے ڈیزل سے لتھڑے پرانے کپڑے ڈرائی کلین ہو گئے، محمد پناہ (واقعی محمد ﷺ کے نور کے حصار میں آچکا ہے)۔

"الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" کا بلند آواز سے وِرد کر رہا ہے اور آگ کے درمیان مطمئن کھڑا ہے، مگر اس کو چیلنج دینے والا ہارون ابھی مصلیٰ نشین ہے، عینی گواہوں نے مجھے بتایا کہ محمد پناہ آگ سے باہر آیا اور ہارون کو بازو سے پکڑ کر پھر اپنے محبوب کے پاس پہنچا، لوگوں کے مطابق ہارون کا ہاتھ جب تک محمد پناہ کے ہاتھ میں رہا ہارون بھی آگ سے محفوظ رہا مگر جب محمد پناہ نے ہاتھ چھوڑ دیا تو ہارون آگ میں چرمرہونے لگا، بری طرح جھلس گیا، داڑھی نذر آتش ہو گئی کپڑے اور جسم آگ کی خوراک بننے لگے تو زاہد مرتاض بھاگ کر آگ سے باہر آگیا۔ مگر محمد پناہ "لذتِ آتش" سے لطف اندوز ہوتا رہا اس کا بال بھی بیکا نہ ہوا کپڑے ڈرائی کلین ہو گئے لذّتِ صلوٰۃ وسلام دوچند ہو گئی باہر آنے کو جی نہیں چاہتا، جب ہارون معالجوں کی طرف روانہ ہوا تو محمد پناہ باہر آیا اور برابر درود شریف پڑھتا رہا، میں نے خود محمد پناہ سے ملاقات کی اور پوچھا۔

تم نے آگ میں کیا محسوس کیا؟ اس نے جواب دیا "مجھے آگ میں لطف و لذّت محسوس ہوئی اور مَیں نے ٹھنڈک محسوس کی"۔ پھر میں نے پوچھا تم نے آگ میں کودنے کا حوصلہ کیسے کیا؟ کہنے لگے میں درود شریف کی لذّت میں مست ہو گیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے سائیں یعنی مرشد مجھے حکم دے رہے ہیں کہ بیٹا آجاؤ تمہیں

Scanned with CamScanner

کچھ نہیں ہوگا، میں اپنے مرشد سیّد غلام حسین بخاری سے ملنے کو دوڑا اب مجھے گنبد خضریٰ کی بہاریں بھی نظر آنے لگیں اور باہر آنے کو جی نہیں چاہتا تھا جو ساعتیں آگ میں گزریں وہ میری زندگی کا حاصل ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ عشق حبیب کبریا ﷺ ہی اصل زندگی ہے آج بھی اس دیوانگی جس پر ہزار فرزانگی قربان' کا یہ ایمان افروز مظاہرہ اسلام کی حقانیت کا واضح ثبوت ہے۔ حضرت رومی کے مطابق:

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما — اے طبیب جملہ علت ہائے ما

محمد پناہ نے تمام عقلی علتوں کا علاج عشق بتایا ہے اسی سے امّتِ مسلمہ کا وقار اور اسکی بقاء کا انحصار ہے۔

یہ کرم ہے میرے حضور ﷺ کا

مرسلہ۔ محمد ناظم الرحمن
مکہ مکرمہ (سعودی عرب)

جدید سائنسی دور میں حضور ﷺ کا ایک اور حیران کن معجزہ

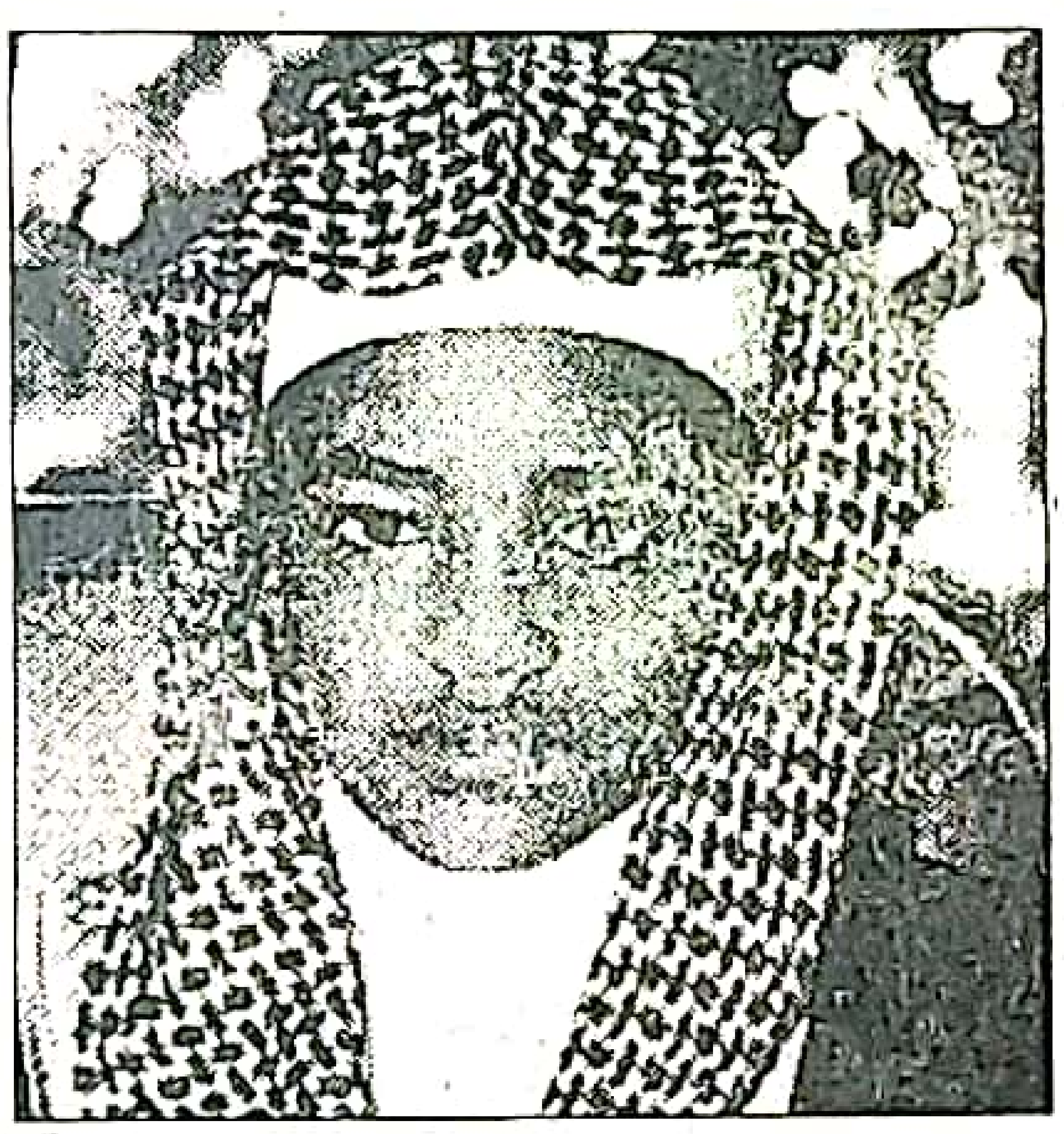

اریٹیریا کا خوش بخت ۷ سالہ محمد بدرا ادریس

گزشتہ دنوں مشرق وسطیٰ کے اخبارات میں ایک ایمان افروز خبر چھپی جسے بعد ازاں نوائے وقت وغیرہ نے بھی شائع کیا۔ تفصیلات کے مطابق محمد بدرا ادریس نامی ۷ سالہ بچہ اریٹیریا کا کمسن شہری ہے۔ بچے نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ وہ رات کو سویا ہوا تھا کہ اسے تاجدار مدینہ حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ یہ زیارت غیر معمولی فیوض وبرکات کا موجب بنی کیونکہ صبح جب وہ سو کر بیدار ہوا تو اسے پورا قرآن مکمل طور پر حفظ ہو چکا تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ اسے عربی، انگریزی اور اریٹین زبانوں میں تحریر و تقریر کی مکمل دسترس بھی حاصل ہو چکی ہے۔

اس بچے کی غیر معمولی صلاحیتوں کو دیکھ کر اہل عقل و خرد انگشت بدنداں ہیں۔ چنانچہ گورنر مکہ شہزادہ ماجد بن عبدالعزیز کی ملاقات کی خبر بھی شائع ہوئی جس کا اہتمام مکہ کے ڈائریکٹر تعلیم سلیمان الزایدی نے کیا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ بچہ سعودیہ کے کسی ادارے میں مزید تعلیم حاصل کرنے کا خواہشمند ہے۔ تاہم یہ فیصلہ تاحال نہیں ہو سکا کہ فیضان رسول ﷺ کا حامل اس عبقری صلاحیتوں کے مالک خوش نصیب بچے کو کونسی کلاس میں داخل کیا جائے۔

ممکن ہے لوگ اسے عجوبہ کہیں لیکن حقیقت ہے کہ یہ حضور ﷺ کے معجزات کا تسلسل ہے۔ جس چیز پر بھی حضور ﷺ کی نظر کرم ہو جائے اللہ کا بے پایاں فضل اس پر بارش بن کر برستا ہے۔ یہ سلسلہ ازل سے جاری ہے اور قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا حضور ﷺ کی عطاؤں اور کرم نوازیوں پر یقین اور ایمان رکھنے والوں کے لیے یہ خبر تقویت کا باعث ہے جبکہ منکرین ومنافقین کے لیے عبرت سے کم نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس گئے گزرے دور میں حضور ﷺ کی محبت کی دولت گراں مایہ نصیب فرمائے اور اسی کیف میں موت آئے ورنہ "نہ ہو جو عشق مصطفیٰ تو زندگی فضول ہے"۔

محمد ﷺ دنیا کے انتہائی پر اثر افراد کی سرفہرست شخصیت

مائیکل ایچ ہارٹ

مترجم ۔ محمد مجتبیٰ انصاری

یہ مضمون امریکہ میں چھپنی والی کتاب بعنوان ۔ A RANKING OF THE ONE HUNDRED MOST INFLUENTIAL PERSONS IN THE HISTORY OF WORLD یعنی "دنیا کے سو پر اثر افراد کی درجہ بندی" میں سے لیا گیا ہے ۔ کتاب کا مصنف ایک عیسائی "مائیکل ہارٹ" ہے ۔ یہ کتاب ان شخصیتوں کے حالات زندگی پر مشتمل ہے جنہوں نے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں اور کارناموں کی وجہ سے بنی نوع انسان پر غیر معمولی اثرات مرتب کیے ہیں ۔ مصنف نے ان شخصیات کی درجہ بندی کی ہے اور نبی مکرم آنحضرت ﷺ کو سرفہرست رکھا ہے کتاب کا آغاز بھی آپ ﷺ کے ذکر پاک سے ہوتا ہے ۔

مصنف آغاز میں نبی کریم ﷺ کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ' دنیا کی انتہائی متاثر کن شخصیتوں کی فہرست میں محمد ﷺ کا نام سرفہرست رکھنے کا میرا انتخاب میرے قارئین کے اعتراضات و سوالات کا باعث ہو سکتا ہے ۔ مگر تاریخ میں آپ ﷺ واحد شخصیت ہیں جو دینی اور غیر دینی دونوں محاذوں پر انتہائی کامیاب و کامران رہے ہیں ۔ کمزور اور پسماندہ بنیادوں سے محمد ﷺ نے دنیا کے عظیم ترین مذاہب میں سے ایک مذہب روشناس کروایا اور اسکو نافذ بھی کیا ۔ اور انتہائی طاقتور سیاسی راہنما بن گئے ۔ آج آپ ﷺ کے وصال کے تیرہ سو سال بعد آپ ﷺ کا اثر و نفوذ اسی طرح طاقتور اور قائم ہے ۔

مصنف عرب کے کچھ حالات پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کی زندگی کے متعلق مختصراً بیان کرتا ہے کہ "اس کتاب میں جن شخصیتوں کو شامل کیا گیا ہے ان کو یہ فائدہ حاصل تھا کہ وہ سیاسی تمدنی اور علمی مراکز میں پروان چڑھیں ۔ محمد ﷺ ۵۷۰ عیسوی میں جنوب عرب میں شہر مکہ میں پیدا ہوئے جو اس وقت پسماندہ علاقہ تھا اور علم و ثقافت، صنعت و تجارت اور فنون لطیفہ کے مراکز سے بہت دور تھا ۔ چھ سال کی عمر میں یتیم ہونے کے بعد آپ ﷺ کی پرورش ایک باادب باحیا ماحول میں ہوئی ۔ اسلامی روایات ہمیں بتاتی ہیں کہ آپ ﷺ کسی سے پڑھے نہیں تھے ۔ آپ ﷺ کی اقتصادی حالت اس وقت بہتر ہوئی جب ۲۵ سال کی عمر میں آپ ﷺ نے ایک خوشحال بیوہ سے شادی کی ۔ تاہم چالیس سال کی عمر کو پہنچنے تک بہت سے ایسے آثار تھے جو یہ ظاہر کرتے کہ آپ ﷺ ایک ممتاز شخصیت ہیں ۔ عرب اس وقت کئی خداؤں کو ملنتے تھے مکہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کی تھوڑی سی تعداد بھی آباد تھی ۔ جب آپ ﷺ چالیس سال کے ہوئے تو آپ ﷺ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ خدا آپ ﷺ سے کلام کرتا ہے اس خدا یعنی اللہ نے انہیں سچا دین پھیلانے کے لیے منتخب کیا ہے" ۔

کتاب کے مصنف نے نبی کریم ﷺ کی تبلیغ اسلام کے متعلق لکھا ہے کہ "تین سال تک محمد ﷺ اپنے قریبی دوستوں اور اہل و عیال میں تبلیغ کرتے رہے ۔ پھر ۶۱۳ عیسوی میں آپ ﷺ نے تبلیغ شروع کر دی ۔ آہستہ آہستہ لوگ آپ ﷺ کو ملنتے گئے" ۔ جبکہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے بارے میں لکھا ہے کہ "مکہ کے سرداروں نے آپ ﷺ کو اپنے لیے ایک خطرہ تصور کرنا شروع کیا ۔ ۶۲۲ عیسوی میں اپنی حفاظت کے پیش نظر محمد ﷺ مکہ سے دو سو میل شمال کی طرف مدینہ چلے گئے ۔ جہاں آپ کو ایک سیاسی طاقت دینے کی کوشش کی گئی

تھی۔ یہ روانگی جو "ہجرت" کہلاتی ہے رسول اللہ (ﷺ) کی زندگی کا ایک اہم موڑ تھی۔ مکہ میں آپ ﷺ کے پیرو کار بہت کم تھے۔ مدینہ میں پیروکار بڑھ گئے اور جلد ہی آپ ﷺ نے با اثر حکمران کی حیثیت اختیار کرلی"۔
مصنف نے پھر ان جنگوں کا بھی مختصر ذکر کیا ہے کہ جو نبی کریم ﷺ کی سربراہی میں لڑی گئیں، چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ "آئندہ چند سالوں میں جبکہ رسول اکرم (ﷺ) کے پیروکار تیزی سے بڑھتے گئے مکہ اور مدینہ کے درمیان چند ایک جنگیں لڑی گئیں جو محمد ﷺ کی مکہ کو فاتحانہ واپسی پر ختم ہوئیں۔ رسول اکرم (ﷺ) کی بقیہ اڑھائی سالہ زندگی میں عرب قبیلے تیزی سے اس نئے مذہب میں داخل ہوگئے۔ جب ۶۳۲ء میں محمد (ﷺ) وصال فرماگئے تو آپ (ﷺ) عرب کے با اثر حکمران تھے"۔

مصنف مسلمانوں کی شاندار فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "عرب کے بدو بڑے خونخوار قسم کے جنگجو تھے۔ لیکن ایک تو ان کی تعداد کم تھی دوسرے وہ نا اتفاقی اور خانہ جنگی کا شکار تھے۔ اس لیے وہ شمال میں زرخیز علاقوں کی عظیم سلطنتوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔ بہرحال تاریخ میں پہلی بار محمد (ﷺ) کے ذریعہ متحد ہونے پر ایک خدا پر مکمل یقین رکھنے کیوجہ سے ان چھوٹی چھوٹی عرب فوجوں نے انسانی تاریخ کی انتہائی حیرت انگیز فتوحات کا سلسلہ شروع کردیا۔ عرب کے شمال مشرق میں ساسانیوں کی عظیم سلطنت' فارس قائم تھی اور شمال مغرب میں بازنطینی یا مشرقی رومی سلطنت تھی۔ جسکا مرکز قسطنطنیہ تھا۔ تعداد کے لحاظ سے عرب اپنے دشمنوں کے ہم پلہ نہ تھے۔ اسکے باوجود میدان جنگ میں عربوں نے جلد ہی عراق شام اور فلسطین فتح کرلیے۔ ۶۴۲ء میں مصر کو بازنطینی سلطنت سے چھین لیا گیا اور ۶۳۷ء میں قادسیہ اور ۶۴۲ء میں نہاوند کے مقام پر ایرانی فوجوں کو تباہ و برباد کردیا۔ یہ عظیم ترین فتوحات جو محمد (ﷺ) کے قریبی ساتھی ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور عمر ابن الخطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی زیر قیادت ہوئیں حرف آخر نہ تھیں۔ ۷۱۱ء میں عربوں نے شمالی افریقہ سے بحر اوقیانوس تک علاقہ فتح کرلیا۔ وہاں سے وہ شمال کی طرف مڑے اور آبنائے جبر الٹر عبور کرتے ہوئے سپین کی وسگوتھ حکومت کو فتح کرلیا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مسلم فوجیں تمام مسیحی یورپ کو فتح کرلیں گی لیکن ۷۳۲ء میں مسلمانوں کو فرانس میں ٹورز کے مقام پر فرینکس کے ہاتھوں شکست ہوئی۔ اس دوران یہ بدو قبائل جو محمد ﷺ کی زبان سے نکلے ہوئے کلام کے زیر اثر تھے' ہندوستان کی سرحدوں سے لیکر بحر اوقیانوس تک ایک اتنی بڑی سلطنت بنا چکے تھے جسکی مثال آج تک تاریخ پیش نہیں کرسکی اور جہاں جہاں یہ فوجیں گئیں وہاں کی کثیر آبادی جوق درجوق ان کے مذہب میں داخل ہوگئی"۔

مصنف مائیکل ایچ ہارٹ نے موجود مسلم حکومتوں کے بارے میں لکھا ہے کہ "اب ان تمام فتوحات میں کئی باقی نہیں ہیں۔ ایرانی رسول اللہ ﷺ کے دین کے وفادار ہونے کے باوجود عربوں سے آزادی حاصل کرچکے ہیں۔ سپین میں سات صدیوں کے بعد مسیحی فوجوں نے تمام علاقے پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ بہرحال قدیم تہذیب کے دو مراکز، مصر اور عراق اور شمالی افریقہ کا سارا کنارہ ابھی تک عرب ہے۔ یہ نیا مذہب ملحقہ ممالک میں اور اسلامی فتوحات کی متعینہ سرحدوں سے بہت دور تک پھیلتا رہا۔ موجودہ دور میں اسکے پیروکار کروڑوں کی تعداد میں افریقہ، وسطی ایشیاء، شمالی ہندوستان، پاکستان اور انڈونیشیا میں پائے جاتے ہیں۔ جزیروں کے مجموعے انڈونیشیا میں انکو متحد رکھنے والی قوت اسلام ہی ہے۔ برصغیر ہندوپاک میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے اختلاف کی وجہ بھی اسلام ہی ہے"۔

انسانی تاریخ پر نبی کریم (ﷺ) کے مجموعی اثر کے بارے میں مصنف نے لکھا ہے "اب دیکھیں کہ محمد (ﷺ) کا مجموعی اثر کتنا ہے۔ باقی مذاہب کی طرح قرآن اپنے ماننے والوں کی زندگی پر عظیم الشان اثر ڈالتا ہے یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے بانیان مذاہب اس کتاب میں شامل کیے گئے ہیں۔ چونکہ مسیحی مسلمانوں سے تعداد میں تقریباً دوگنا ہیں اس لیے میری اس فہرست میں محمد ﷺ کو یسوع مسیح سے پہلے رکھنا عجیب سا لگتا ہے۔ میرے اس فیصلے کی دو اہم وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ اسلام کی ترویج و ترقی کے لیے محمد ﷺ نے اس کردار سے کہیں زیادہ بڑا اور اہم کام سرانجام دیا جو مسیح نے مسیحیت کے لیے کیا تھا۔ اس کے علاوہ یسوع مسیح نے مسیحیت کی اخلاقی و روحانی شاخ کی تعلیم دی۔ جبکہ مسیحیت کے اصول و ضوابط طے کرنے اور عہد نامہ جدید کی تصنیف کا بیشتر کام سینٹ پال نے کیا۔ جبکہ محمد ﷺ اسلام کے اخلاقی و روحانی اصول اور شریعت دینے والی واحد شخصیت ہیں۔ اسکے ہاتھ اس مذہب کو پھیلانے اور مذہبی اعمال مرتب کرنے میں بھی رسول اللہ ﷺ نے کلیدی کردار سر انجام دیا"۔

قرآن کے متعلق مصنف مائیکل ہارٹ اسی باب میں اس طرح لکھتا ہے "مسیح کی تعلیمات کا ایسا مفصل مجموعہ کہیں بھی نہیں ملتا قرآن مسلمانوں کے لیے اتنا ہی اہم ہے جتنا مسیحیوں کے لیے بائبل اس لیے رسول اکرم ﷺ کا اثر قرآن کے ذریعے مسلمانوں پر گہرا اور عظیم الشان ہے لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ محمد ﷺ کا اثر اسلام پر مسیح اور سینٹ پال کے مسیحیت پر مجموعی اثر سے کہیں زیادہ ہے"۔ نبی کریم ﷺ کے غیر دینی محاذ پر کامیابی کے بارے میں مصنف نے لکھا ہے کہ 'اس کے علاوہ یسوع کے برعکس رسول اکرم ﷺ دین کے علاوہ غیر دینی محاذ پر بھی انتہائی کامیاب ہیں درحقیقت عرب فتوحات کے پیچھے کام کرنے والی قوت کی حیثیت سے رسول اکرم ﷺ ہر دور کے سیاسی لیڈروں کے علاوہ زیادہ بااثر ہیں۔ کئی اہم تاریخی واقعات کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ ناگزیر تھے اور ان راہنماؤں کے بغیر بھی وقوع پذیر ہو جاتے جنہوں نے انکی قیادت کی مثلاً جنوبی امریکہ کی کالونیاں سائمن بولیوئر کے بغیر بھی سپین سے آزادی حاصل کر سکتی تھیں۔ لیکن عربوں کی فتوحات کے متعلق ایسا نہیں کہا جاسکتا۔ محمد ﷺ سے پہلے ایسے واقعات کبھی نہیں ہوئے تھے اور ہم یہ ہرگز نہیں مان سکتے کہ آپ ﷺ کے بغیر عرب ایسی فتوحات حاصل کر سکتے تھے۔ تیرہویں صدی میں منگولوں کے حملے ابتدائی طور پر چنگیز خان کی وجہ سے ہوئے تھے یہ فتوحات اگرچہ عربوں سے زیادہ پھیلی ہوئی تھیں مگر مستقل نہ رہ سکیں اور آج منگولوں کے پاس صرف وہی علاقہ ہے جو چنگیز خان کے زمانے میں ان کی تحویل میں تھے۔ یہ فتوحات عربوں کی فتوحات سے کہیں زیادہ مختلف تھیں۔ عراق سے مراکش تک عرب قوموں کی لمبی زنجیر ہے جو صرف اسلام کے رشتے سے لیکر عرب ثقافت' زبان اور تاریخ کی وجہ سے آپس میں بندھے ہوئے ہیں"۔ آخر پر مصنف نے لکھا ہے کہ قرآن کو اسلام میں مرکزیت حاصل ہے یعربی زبان میں ہونے کی وجہ سے یہ عربی زبان کو مختلف زبانوں میں تقسیم ہونے سے بچائے ہوئے ہے۔ تقسیمیں اور اختلافات عرب ملکوں میں ضرور موجود ہیں مگر ہمیں ان جزوی اختلافات دیکھ کر اس عظیم طاقت کو نہیں بھولنا چاہیے جو انہیں باہم باندھے ہوئے ہے۔ اس لیے تیل کی بندش میں ۷۴،۷۳ 1973 میں تمام عرب ملک شامل تھے۔ مگر ایران اور انڈونیشیا باوجود مسلم ملک ہونے کے اس میں شامل نہ ہوئے۔ لہٰذا ساتویں صدی کی عرب فتوحات آج بھی اثر انگیز ہیں اور یہ چیز محمد ﷺ کو تاریخ کی واحد اور سب سے زیادہ اثر انگیز بناتی ہے"۔